مروجہ تجارتی کمپنیاں
اور
اسلامی شرکت و مضاربت
مرتب
حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب
تلمیذ رشید
حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی
خلیفہ مجاز
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
تصدیقات و آراء
شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ شیخ صاحب
حضرت مولانا مفتی محمد عبد المجید دین پوری صاحب
حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب
ناشر
تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین
مدنی کالونی، ہاکس بے روڈ گریکس، ماڑی پور کراچی 0333-2117851

فہرست

تقریظ

بقیۃ السلف شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد!

آج کل ''اسلامی شرکت ومضاربت'' کے نام پر کچھ لوگوں نے کمپنیاں کھول رکھی ہیں جو عام تجارتی اداروں سے ناقابلِ یقین حد تک زیادہ ماہوار نفع دینے کے مدعی ہیں، ماہر تجار اور علوم میں رسوخ رکھنے والے علماء تقریباً اس بات پر متفق ہیں کہ یہ اسلامی شرکت ومضاربت کے نام پر ایک دھوکہ اور فریب ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں نیز علمائے راسخین اس کو مستقبل میں اہلِ حق عوام اور علماء کے لیے ایک بہت بڑا فتنہ اور انتشار کا سبب گردانتے ہیں۔

اس سلسلے میں عزیز محترم ''مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب'' کی جملہ مساعی جو ہماری رہنمائی اور سرپرستی سے جاری ہیں اور عملی طور پر کئی ایسی کمپنی والوں سے بالمشافہہ ان کی نشستیں اور گفتگو ہوئی ہے جس کے نتیجے میں ان کمپنیوں کے کئی خلافِ شرع وخلافِ قانونِ ملکی امور سامنے آئے۔ بایں وجہ اس سلسلے میں مجھے ان کی جملہ تحقیقات وتحریرات پر شرحِ صدر اور پوری طرح اطمینان ہے۔

زیرِ نظر رسالہ کی کئی بار اشاعت ہو چکی ہے اور اس رسالے کے سبب اللہ تعالیٰ نے بہت سے مسلمانوں کو اس فتنے سے بچایا ہے اور ان کی حلال آمدنیوں کی حفاظت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مزید شرفِ قبولیت عطا فرمادے اور اس فتنے کے سدِ باب کا ذریعہ بنادے۔

سلیم اللہ خان

جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

۱۸/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا **مفتی حبیب اللہ شیخ** صاحب دامت برکاتہم العالیہ
رئیس دارالافتاء جامعہ اسلامیہ کلفٹن

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم. اما بعد!

کیپ ایبل ایشیا کمپنی (جس کا نیا نام ''الیگزر گروپ آف کمپنیز'' ہے) سمیت وہ تمام تجارتی کمپنیاں جو تجارت کے عام معمول سے ہٹ کر کاروبار کرنے اور حد سے زیادہ نفع دینے کی مدعی ہیں جیسے جامعہ بنوریہ کراچی میں ''شفیق الرحمٰن'' نامی شخص کا ایک معاہدہ نامہ جو مورخہ ۷/مئی ۲۰۱۲ء کو ہوا ہے، جامعہ کے دارالافتاء کے فتوے کے ساتھ لف ہے جس میں بتیس لاکھ سولہ ہزار روپے سرمایہ پر تین ماہ کی مدتِ مضاربت پر رب المال کے لیے تیئیس لاکھ تیس ہزار روپے کا نفع مقرر کیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اتنے سرمائے کا مال صرف تین مہینے ادھار کی وجہ سے تیئیس لاکھ تیس ہزار نفع پر خریدنا عقل سے بالاتر ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سرمائے سے خریدے ہوئے مال کی رسید اور اتنے نفع پر فروخت کرنے کی رسید کوئی بھی پیش نہیں کی گئی، تعجب ہے کہ ایسی بے سروپا رسید کی بنیاد پر اتنے بڑے عالمی ادارے کے دارالافتاء سے جواز کا فتویٰ کیسے شائع ہوا، یہ ایک مستقل سوالیہ نشان ہے۔

ہمارے دوست ''حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب زید مجدہم'' نے اس موضوع پر جو کام کیا ہے اور مستقل رسالہ بنام ''مروجہ تجارتی کمپنیاں اور اسلامی شرکت و مضاربت'' مرتب کیا ہے، میں اس کے ساتھ من وعن متفق ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دوست کی اس محنت کو قبول فرما کر دارین میں سرخروئی عطا فرمائے۔ نیز میں بھی عوام الناس سے پرزور التجا کرتا ہوں کہ اس طرح کی کمپنیوں سے دور رہیں تا کہ ان کی خون پسینے کی کمائی ضائع نہ ہو۔

رئیس دار الافتاء جامعہ اسلامیہ کلفٹن
۱۸ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

تقریظ

انا مفتی محمد عبدالمجید دین پوری حفظہ اللہ تعالیٰ
العلوم الاسلامیۃ، بنوری ٹاؤن کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
لوۃ علی نبیہ و علی آلہ و صحبہ و اتباعھم اجمعین

امی احکام اور آداب، صاف، واضح اور روشن ہیں۔ صدیوں سے
رنا اور ان کے مطابق اپنی تجارت اور مارکیٹ چلانے میں دشواری
ں جو نظریاتی و نفسیاتی طور پر صرف مغربی سرمایہ داری طرز کی تجارت
۔

راس کے مقامی پرستاروں نے مسلمان تاجر کو خالص اسلامی تجارت
ے جس انداز سے خود ساختہ رکاوٹیں کھڑی کر رکھی ہیں مسلمان تاجر
ں نہیں کرتا، بلکہ جان خلاصی کے لیے مختلف حیلے بہانے کرنے لگتا
''کمپنی'' جیسے جاذب الفاظ کے ذریعہ مختلف لوگوں نے غربت زدہ

اور بعض غیر معروف فتاویٰ کے سہارے لوگوں سے اسلامی تجارت کے نام پر رقمیں وصول کررہی ہیں، جن کی ذاتی و قانونی پوزیشن، کاروباری کیفیت، ڈائریکٹرز کی مسئولیت اور اثاثوں کی نوعیت کے بارے میں کوئی خاطر خواہ علم نہیں ہوتا۔

ایسی بعض کمپنیوں کے بارے میں اہل علم کے پاس وقتاً فوقتاً سوالات آتے رہتے ہیں، اسی تناظر میں ہمارے محترم دوست ''حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب مدظلہ'' نے یہ تحریر لکھی ہے جس میں ایسی مبہم ومجہول کاروبار کے نام پر لوگوں سے پیسے سمیٹنے والی کمپنیوں کے کاروبار کے ناجائز ہونے کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کے متبادل صحیح اسلامی طریقۂ تجارت کی راہ نمائی بھی فرمائی ہے، اور ان کمپنیوں کا حصہ بننے والے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ اپنی دنیوی اور اخروی بھلائی کی خاطر ان کمپنیوں کا حصہ بننے سے قبل ایسی کمپنیوں کی مکمل شرعی وقانونی چھان بین کرلیں، ان کمپنیوں کی اصل حقیقت واضح ہونے کے بعد ان کا حصہ بننے یا نہ بننے کا فیصلہ کریں، محض عارضی نفع کے لیے اپنی حلال کمائی کو ضائع نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ مفتی احمد ممتاز صاحب حفظہ اللہ کی اس سعی جمیل کو منظور ومقبول فرمائے اور عوام وخواص کے لیے فائدہ مند بنائے۔آمین

فقط والسلام

محمد عبدالمجید دین پوری

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۴ / ۴ / ۱۴۳۳ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

جامعۃ الحمید، رائیونڈ روڈ، لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

''جناب مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب، کراچی'' کا مقالہ (مروجہ تجارتی کمپنیاں اور اسلامی شرکت و مضاربت) کے چند مقامات کا مطالعہ کیا۔

بفضلہٖ تعالی اسلام کے نام پر ڈاکہ ڈالنے والوں کا بہتر تعاقب کیا ہے، اللہ کریم ان کی خدمتِ دینیہ کو قبول فرما کر ترقیِ دارین کا ذریعہ بنادے اور مزید اس قسم کی خدماتِ دینیہ کی توفیق سے نواز دے۔

آمین ثم آمین

حمید اللہ جان عفی عنہ

جامعۃ الحمید، رائیونڈ روڈ، لاہور

۳/صفر ۱۴۳۴ھ

مُقدّمۃ ﴿طبع ثانی﴾

نحمده و نصلي على رسوله الكريم أما بعد!

طبع اول میں کیپ ایبل ایشیا کمپنی کا نام ذکر کیے بغیر ان جیسی کمپنیوں کے عقد مضاربت میں پائے جانے والے خلافِ شرع امور کی نشاندہی کی گئی تھی اور ان کے متبادل ذکر کیے گئے تھے۔ پھر جب اس کمپنی کے کاروباری امور اور معاملات کی معلومات کمپنی ہی میں کام کرنے والے مختلف افراد سے کی گئی تو کئی مبہم، ناقابل یقین امور اور متضاد بیانات سامنے آئے، جن کی بنا پر ان کا پورا کاروبار مشکوک، ناقابل اعتبار بن جاتا ہے جو کہ عام ماہر تاجروں کی سمجھ سے بالاتر ہے، اور ایسے ہوائی کاروبار میں کسی بھی مسلمان کے لیے اپنا سرمایہ لگانا بالکل ناجائز ہے۔

ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ کسی کاروباری کمپنی میں حصہ ڈالنے سے پہلے اس کے پورے کاروبار کی حقیقت اور روزمرہ خرید وفروخت کے معاملات یقینی بنیادوں پر خود معلوم کر کے ماہر مفتیان کرام سے اس کے جواز کا فتوی لے۔ اگر ایسی کسی کمپنی کے ذمہ داران میں سے کوئی کسی معتمد جامعہ کے جواز کے فتوی کا مدعی ہو تو اس سے باقاعدہ تحریری فتوی وصول کریں، تاکہ آپ کی خون پسینہ کی حلال کمائی کسی ناجائز کاروبار میں لگ کر ضائع نہ ہو جائے، اور عند اللہ آپ کے مواخذہ کا سبب نہ بنے۔

﴿مبہم وخلاف واقع امور اور غلط بیانیاں﴾

(۱) اصل سرمایہ کتنا ہے؟ کیپ ایبل ایشیا کمپنی کے بعض اہم افراد کے بقول تین چار افراد کو ہی اصل سرمایہ معلوم ہوسکتا ہے اور کسی کو اس کا علم نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی معلوم کرنے پر بتایا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے چند سال پہلے کچھ افراد کو اُس وقت معلوم ہوگا مگر اب بقول ان کے ۱۳، ۱۴ ملکوں میں یہ کام پھیلا ہوا ہے اور زمینوں، فیکٹریوں وغیرہ مصنوعات کی صورت میں دن بدن سرمایہ اتنا بڑھ رہا ہے، جس کی صحیح مقدار اس وقت کمپنی کے ذمہ داران میں سے کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔

(۲) بعض ڈائریکٹر کہتے ہیں کہ منجمد اثاثے جیسے فیکٹریاں، مشینیں اور زمینیں یہ سب ہم ڈائریکٹروں کی ملکیت ہیں ان میں کمپنی کے دوسرے شرکاء اور ارباب الاموال شریک نہیں، ان کی شرکت صرف خام مال میں ہے۔ جبکہ دوسرے بعض ڈائریکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ خالص غلط بیانی ہے، اگر فیکٹریوں کا وجود ہے تو وہ ان شرکاء اور ارباب الاموال کی رقوم سے ہی ہے، ورنہ ہم غریبوں کے پاس اپنا سرمایہ اتنی مقدار میں ابتداءً کہاں تھا کہ ہم کروڑوں کی زمینیں اور فیکٹریاں اور مشینریاں خرید سکیں۔

(۳) کبھی کہتے ہیں کہ ہم ماہانہ حساب نہیں کر پاتے، اس لیے نفع کے نام سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ لوگوں سے بطور مضاربت جو ہر ماہ جمع کیا جاتا ہے اسی میں سے ہی قدیم ارباب الاموال اور شرکاء کو دیا جاتا ہے اور مکمل طور پر اس وقت حساب کیا جاسکے گا جب تمام شرکاء کمپنی کو ختم کرنے اور علیحدہ ہونے پر متفق ہو جائیں اور بعض کہتے ہیں کہ ہم ہر ماہ پورے پورے منافع تقسیم کرتے ہیں۔

(۴) زیادہ نفع کے اشکال کا بعض یہ جواب دیتے ہیں کہ آدھا نفع ہے اور آدھا تبرع ہے، اور بعض صورتوں میں کمپنی کے بعض ذمہ داران پورے کو تبرع کا نام دیتے ہیں۔

(۵) انرجی سیور اور منرل واٹر کی فیکٹریوں کا ملائیشیا اور چائنا میں موجود ہونے کا حوالہ دیتے ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے کہ یہ فیکٹریاں کتنی مشینریوں پر مشتمل ہیں اور ماہانہ کتنا مال تیار کرتی ہیں اور کن ممالک میں کن کن ڈسٹری بیوٹرز کے واسطوں سے مال پہنچتی ہیں تو سال گزرنے کے بعد بھی ان امور کا جواب نہیں ملتا۔

نیز جامعہ دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے جب اس کی بابت سوال کیا گیا تو دارالافتاء جامعہ دارالعلوم نے بھی طویل تحقیق وتفتیش کے بعد بھی جواز کا فتویٰ نہ دیا۔ چنانچہ جامعہ دارالعلوم کراچی سے جاری کردہ فتویٰ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

ا۔ دارالافتاء دارالعلوم کراچی اس کمپنی کے کاروبار کے جواز کا ذمہ دار نہیں، جو شخص بھی سرمایہ لگائے اپنی ذمہ داری پر لگائے۔ چنانچہ فتویٰ نمبر ''۶۱ ۱۳۱۴/۶۴'' جاری شدہ مئی ۲۰۱۱ء میں تحریر ہے کہ:

''جو شخص اس کمپنی میں رقم لگانا چاہے وہ اپنی ذمہ داری پر لگائے۔''

۲۔ دارالافتاء دارالعلوم کراچی کے احباب مسلسل طویل مدت تک تحقیق کے بعد بھی کمپنی کے کاروبار سے مطمئن نہ ہو سکے، کہ کمپنی جو رقوم بنام مضاربت جمع کر رہی ہے وہ واقعۃً کسی کاروبار میں لگاتی بھی ہے یا نہیں؟ اور اس کے جملہ معاملات شرعی بنیادوں پر ہیں بھی کہ نہیں؟ چنانچہ فتویٰ نمبر ''۶۶/۱۳۵۸'' میں تحریر ہے کہ:

> ''تاہم یہ سرمایہ لگانے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ سرمایہ لگانے سے پہلے اس بات کا اطمینان حاصل کرلیں کہ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ حقیقت میں رقوم کسی کاروبار میں لگائی جارہی ہیں یا نہیں؟ اور وہ کاروبار جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور اس کے روزمرہ کے معاملات بھی شریعت کے مطابق ہو رہے ہیں یا نہیں؟''

۳۔ سرمایہ لگانے کے لیے صرف اتنی بات کافی نہیں کہ اس کمپنی کی رجسٹریشن ہو چکی ہے اور اس کو قانونی حیثیت حاصل ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا لازم اور ضروری ہے کہ اس کے خرید و فروخت کے روزمرہ معاملات شرعاً جائز بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ فتویٰ نمبر ''۶۶/۱۳۵۸'' میں تحریر ہے کہ:

> ''سرمایہ لگانے والوں پر لازم ہے کہ اس سلسلہ میں بہت احتیاط سے کام لیں، اور صرف اسی جگہ سرمایہ کاری کریں جو جائز بھی ہو اور قانون کے مطابق بھی ہو۔''

۴۔ مذکورہ فتویٰ میں اس پر بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ موجودہ کمپنی سے پہلے بھی اس طرح کے کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں کہ جن میں لوگوں کو حلال منافع کا لالچ دے کر ان کو ان کی حلال اور دن رات کی محنت سے حاصل کی گئی کثیر رقوم سے محروم کر دیا گیا۔ چنانچہ اسی فتویٰ میں تحریر ہے کہ:

> ''اس سے پہلے اس طرح کے واقعات پیش آچکے ہیں کہ بظاہر جائز معاہدوں کی بنا پر اور بڑے حلال نفع کا لالچ دے کر لوگوں سے رقوم لی گئیں لیکن بعد میں خُرد بُرد کر کے عوام کو ان کے سرمایہ سے بھی محروم کر دیا گیا۔''

۵۔ کمپنی کے لیے یہ جائز نہیں کہ جب کوئی شخص اپنا حصہ ختم کرے گا تو اس کو صرف اتنی ہی رقم ادا

کی جائے گی جو اس نے لگائی تھی بلکہ اس کے حصہ کی جو بازاری قیمت لگے وہ اس کو واپس کرنا لازم ہے یا باہمی رضامندی سے لگائی گئی رقم کے سوا کسی اور مقدار پر فیصلہ کر کے واپس کرنا ضروری ہے، جبکہ موجودہ کیپ ایبل ایشیا کمپنی ہر شخص کو صرف اپنی لگائی ہوئی رقم واپس لینے پر مجبور کرتی ہے، جو اس کو عموماً چند ماہ بعد ہی وصول ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ فتویٰ میں تحریر ہے کہ:

''رب المال کے حصے کی قیمت پہلے سے اتنی مقرر نہ کی جائے جو اصل لگائی ہوئی رقم کے برابر ہو کیونکہ اس صورت میں راس المال مضمون ہو جائے گا جو کہ شرعاً جائز نہیں۔''

نوٹ: کیپ ایبل ایشیا کمپنی کی طرح بعض دیگر کمپنیوں جیسے ''ڈبل شاہ'' وغیرہ کا دعوی ہے کہ ہم ایک مہینہ دو مہینہ میں رولنگ مکمل کر لیتے ہیں یعنی کروڑوں کا مال خرید بھی لیتے ہیں اور سارا کا سارا نقد بیچ دیتے ہیں اور سرمایہ مع نفع فی لاکھ تقریباً ساڑھے آٹھ سے دس ہزار تک کی شرح سے ارباب الاموال میں تقسیم بھی ہو جاتا ہے، جبکہ عام ماہر تجار کی سمجھ سے یہ رولنگ بالاتر ہے۔ اور بعض کمپنیوں کا دعوی تو اس سے بھی اونچا ہے کہ ہم پندرہ دن میں رولنگ مکمل کر لیتے ہیں یعنی پندرہ دن میں کروڑوں روپے کا چمڑہ اور کھاد خرید کر نقد فروخت بھی کر لیتے ہیں اور کل سرمایہ مع نفع فی لاکھ اکیس سو، بائیس سو روپے تک کی شرح سے ارباب الاموال میں تقسیم بھی کر لیتے ہیں۔ اس قسم کا کاروبار اس وقت اسلام آباد، راولپنڈی، اٹک، کوہاٹ، ہنگو، دوابہ، چمن، پشاور اور کراچی کے بعض علاقوں میں پھیلا ہوا ہے، اس کا حکم بھی کیپ ایبل کمپنی کی طرح ہے لہٰذا اس سے بھی اجتناب لازم ہے، اور رقم لگانا ناجائز۔

تمام مسلمانوں کو اس تحریر و فتویٰ کے ذریعہ سے متنبہ کیا جاتا ہے کہ ان کمپنیوں میں رقم لگانے سے گریز کریں تا کہ ان کے خون پسینہ کی کمائی اور جمع پونجی ضائع ہونے سے محفوظ رہ سکے۔ نیز اہل علم حضرات سے بھی گزارش ہے کہ اس موقع پر اپنے فرائض ذمہ داری سے سرانجام دیں۔

احمد ممتاز

۱۵/صفر ۱۴۲۳ھ

مقدمہ ﴿طبع اول﴾

نحمده و نصلي على رسوله الكريم أما بعد !

مروجہ اکثر تجارتی اداروں اور کمپنیوں میں کئی ایسے خلافِ شرع امور پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے یہ تجارتی معاملہ (یعنی مضاربت اور شرکت) فاسد اور باطل ہو جاتا ہے، اور بجائے حلال کے انسان حرام خوری اور کئی کبائر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

چونکہ ہر مسلمان پر اپنے تجارتی معاملات اسلامی اصولوں کے تحت سرانجام دینا لازم ہے، اس لیے مسلمانوں کی ہمدردی اور معاونت کے طور پر انتہائی آسان انداز میں یہ رسالہ بنام "مروجہ تجارتی کمپنیاں اور اسلامی شرکت و مضاربت" مرتب کیا گیا ہے تا کہ مسلمان بھائی اسے پڑھ کر اپنی شرعی ذمہ داری بآسانی پوری کر سکیں۔

رسالہ میں اولاً بعض مروجہ "مضاربہ و مشارکہ کمپنیوں" میں پائے جانے والے خلافِ شرع امور لکھ دیے گئے ہیں اور ثانیاً ہر امر کا شرعی متبادل ساتھ ساتھ لکھ دیا گیا ہے تا کہ مخلص اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے عین اسلامی تجارت کرنے کے خواہاں احباب جائز اور ناجائز صورتوں کو واضح طور پر پہچان سکیں۔

نیز آخر میں شرعی مضاربہ کی وہ تمام شرائط یکجا بھی لکھ دی گئی ہیں جن کا بوقتِ عقدِ مضاربہ لحاظ ضروری ہے۔

السوال

کیپ ایبل ایشیا اور اس جیسی دیگر کمپنیوں میں رقم لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کیپ ایبل ایشیا (جس کا نیا نام الیگزر گروپ آف کمپنیز ہے) اور اس جیسی دیگر کمپنیوں میں شرکت و مضاربت کے طور پر رقم لگانے کا جواز درج ذیل دو باتوں پر موقوف ہے۔

لہٰذا جب تک مستند مفتیانِ کرام پوری کمپنی کا جائزہ لے کر ان دو باتوں کے جواز کا فتوی نہ دیں کسی کے لیے ایسی کمپنیوں میں شرکت و مضاربت کے طور پر رقم لگانا جائز نہیں۔

(۱) عقدِ شرکت ومضاربت درست اور شرعی اصولوں کے مطابق ہو۔

(۲) صحتِ عقد کے بعد ہونے والا کاروبار بھی شریعت کے مطابق صحیح ہو۔

ذیل میں ان دو باتوں کی تفصیل مع شرعی متبادل ملاحظہ ہو:

پہلی بات کی تفصیل اور ناجائز امور مع شرعی متبادل

﴿ناجائز امر نمبر ۱﴾

کیپ ایبل ایشیا اور اس جیسی دیگر تجارتی کمپنیوں میں ارباب الاموال کے درمیان شرکت بصورتِ عنان ہوتی ہے جبکہ اس میں شرکتِ عنان کی شرائط پوری نہیں کی جاتیں، کیونکہ اکثر کمپنیاں اور تجارتی ادارے تجارت شروع کرنے کے بعد بھی چلتے کاروبار میں وقتاً فوقتاً نئے لوگوں کو بھی شریک کرتے رہتے ہیں نیز قدیم شرکاء میں سے بھی بعض اپنا حصہ اور سرمایہ بڑھاتے رہتے ہیں۔

ایسی صورت میں قدیم شرکاء کا کل یا بعض حصہ اور سرمایہ عروض (سامان) کی صورت میں ہوتا ہے جبکہ جدید شرکاء اور سرمایہ میں اضافہ کرنے والے قدیم شریک کی طرف سے نقد کی صورت میں ہوتا ہے اور اس طرح شرکت کسی بھی مذہب میں جائز نہیں۔ اس بارے میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذاہب ذیل میں ملاحظہ ہوں:

مذاهب کی تفصیل:

احناف رحمہم اللہ کا مذہب: ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک شرکتِ عنان میں شرط یہ ہے کہ ہر فریق اور شریک کا سرمایہ نقد ہو، اگر کسی ایک شریک نے سرمایہ بجائے نقد کے عروض کی شکل میں دیا تو یہ شرکت احناف رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک جائز نہ ہوگی۔

مثلاً دس یا پندرہ آدمی آپس میں شرکت کررہے ہوں تو ان میں سے ہر ایک کا سرمایہ نقد ہونا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کسی نے کہا کہ میری طرف سے سرمایہ یہ کتب خانہ ہے تو شرکت صحیح نہ ہوگی۔

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى : لاتصح الشركة في العروض. وفيه ايضاً معنى الوكالة من لوازم الشركة والوكالة التي يتضمنها الشركة لا تصح في العروض......الخ.

(بدائع الصنائع ٥٩/٦،ط:رشيديه)

قال العلامة السرخسي رحمه الله تعالى : فأما الشركة بالعروض من الدواب والثياب والعبيد : لا تصح عندنا وعلى قول ابن أبي ليلى ومالك رحمهما الله هي صحيحة ؛ للتعامل وحاجة الناس إلى ذلك ولاعتبار شركة العقد بشركة الملك وفي الكتاب علل للفساد فقال : لأن رأس المال مجهول يريد به أن العروض ليست من ذوات الأمثال .وعند القسمة لا بد من تحصيل رأس مال كل واحد منهما ؛ ليظهر الربح .فإذا كان رأس مالهما من العروض فتحصيله عند القسمة يكون باعتبار القيمة وطريق معرفة القيمة الحرز والظن ولا يثبت التيقن به .ثم الشركة مختصة برأس مال يكون أول التصرف به بعد العقد شراء لا بيعا وفي العروض أول التصرف يكون بيعا وكل واحد منهما يصير موكلا لصاحبه ببيع متاعه على أن يكون له بعض ربحه

وذلک لا یجوز . وقد بینا أن صحة الشرکة باعتبار الوکالة . ففی کل موضع لا تجوز الوکالة بتلک الصفة فکذلک الشرکة . ومعنی هذا أن الوکیل بالبیع یکون أمینا فإذا شرط له جزء من الربح کان هذا ربح ما لم یضمن والوکیل بالشراء یکون ضامنا للثمن فی ذمته فإذا شرط له نصف الربح کان ذلک ربح ما قد ضمن ولأن فی الشرکة بالعروض ربما یظهر الربح فی ملک أحدهما من غیر تصرف بتغیر السعر فلو جاز استحق الآخر حصته من ذلک الربح من غیر ضمان له فیه . وربما یخسر أحدهما بتراجع سعر عروضه ویربح الآخر ؛ فلهذه المعانی بطلت الشرکة بالعروض.......... وکذلک لا یصح أن یکون رأس مال أحدهما دراهم ورأس مال الآخر عروضا فی مفاوضة ولا عنان ؛ لجهالة رأس المال فی نصیب صاحب العروض علی ما بینا . (المبسوط للسرخسی ۱۱/۱۷٤، ط: رشیدیه)

<u>مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب:</u> مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرمایہ عروض کی شکل میں بھی فراہم کرنا جائز ہے خواہ عروض مثلیہ (جن کی مثل بازار میں دستیاب ہو) ہوں یا قیمیہ (جن کی مثل بازار میں دستیاب نہ ہو)، عروض چاہے ایک جانب سے ہوں یا دونوں جانب سے۔ مثلاً دو آدمی آپس میں شرکت کریں اور ایک آدمی کی طرف سے سرمایہ ایک لاکھ روپے ہو اور دوسرے آدمی کی جانب سے سرمایہ دکان کا سامان ہو، لیکن واضح رہے کہ امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرکت بالعروض کے جواز کے لیے ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ بوقتِ عقد عروض کی بازاری قیمت لگا کر اس کو سرمایہ بنایا جائے تا کہ بعد میں نفع اور نقصان کی تقسیم میں دشواری نہ ہو۔ مثلاً ایک آدمی کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور دوسرے آدمی کی جانب سے سرمایہ سامان ہے تو دوسرے آدمی کا سرمایہ کتنا ہے؟ اس کا علم نہیں۔ اس کی طرف

سے چونکہ سامان ہے تو اب سامان پر اس کو کیسے نفع دیں گے؟ لہٰذا امام مالک رحمہ اللہ تعالی نے یہ شرط لگائی ہے کہ اس سامان کی بازاری قیمت لگا کر اس کو رأس المال بنالیا جائے۔ پھر جب وہ قیمت لگائی گئی تو مثلاً وہ ۳ لاکھ تھی تو اس کا سرمایہ ۳ لاکھ ہوا، اب اگر نقصان ہوگا تو اس کو نقصان ۳ لاکھ کے تناسب سے ہوگا اور نفع بھی اسی تناسب سے تقسیم ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالی کا مذہب: امام احمد رحمہ اللہ تعالی کی ایک روایت تو احناف رحمہم اللہ تعالی کی مانند ہے اور ایک روایت میں وہ فرماتے ہیں کہ شرکت بالعروض جائز ہے لیکن اسی شرط کے ساتھ جیسا کہ مالکیہ کے مذہب میں گزرا۔

قال العلامة ابن قدامة الحنبلي رحمه الله تعالى : فأما العروض فلا تجوز الشركة فيها في ظاهر المذهب .نص عليه أحمد في رواية أبي طالب وحرب .وحكاه عنه ابن المنذر......وعن احمد رواية اخرى ان الشركة والمضاربة تجوز بالعروض وتجعل قيمتها وقت العقد راس المال ...... وهو قول مالك.

(المغني ۷/ ۱۲٤، ط:هجر، قاهره)

شوافع رحمہم اللہ کا مذہب: شوافع رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک اگر سرمایہ نقد کے بجائے عروضِ مثلیہ ہوں (جس کی مثل بازار میں ملتی ہو) تو شرکت جائز ہے، اگر عروض قیمیہ ہوں (یعنی بازار میں ان کی مثل نہ ملتی ہو) تو شرکت ناجائز ہے۔ (شرکت ومضاربت عصرِ حاضر میں، ص: ۲۴۸، ۲۴۹)

﴿شرعی متبادل﴾

مالکیہ کے مذہب اور امام احمد رحمہم اللہ تعالی کی ایک روایت کے مطابق درج ذیل دو شرطوں سے چلتے ہوئے کاروبار میں کسی قدیم شریک اور انویسٹر کا سرمایہ میں اضافہ کرنا اور غیر شریک کو شریک کرنا جائز ہے:

(۱) سب شرکاء کی اجازت ہو۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : لا يملك الشريك الشركة الا باذن شريكه
و قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى : (قوله : لا يملك الشريك) أي شريك العنان (الشامية ٦ / ٤٨٧، ط: رشيديه)

(۲) بوقت عقد قدیم شرکاء کے سارے عروض اور سامان کی بازاری قیمت لگا کر اُس قیمت کو قدیم شرکاء کا سرمایہ بنایا جائے، اور اس تناسب سے آنے والے کو شریک کرلیا جائے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کمپنی کے حصص کی خریداری اور اس میں شرکت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب و الله الموفق للحق و الصواب

۱۔ بظاہر اس عقد کی حقیقت شرکتِ عنان ہے، کیونکہ جو لوگ کمپنی قائم کرتے ہیں، وہ دوسروں کو شریک کرنے کے وقت خود کو بھی کمپنی کا ایک حصہ دار قرار دیتے ہیں اور اپنی عماراتِ مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان و مال تجارت کو نقد کی طرف محمول کر لیتے ہیں مثلاً ان لوگوں نے دس ہزار روپیہ کمپنی قائم کرنے کے عمارات وسامان وغیرہ میں لگایا تو وہ اپنے کو کمپنی کے سو/۱۰۰ حصوں کا حصہ دار ظاہر کریں گے، البتہ اس صورت میں کمپنی قائم کرنے والوں کی طرف سے شرکت بالنقد نہ ہوگی بلکہ بالعروض ہوگی، سو بعض ائمہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔

فيجوز الشركة و المضاربة بالعروض بجعل قيمتها وقت العقد رأس المال عند أحمد في رواية و هو قول مالك و ابن أبي ليلى كما ذكره الموفق في المغني ٥/١٢٥

پس ابتلائے عام کی وجہ سے اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کے قول پر فتویٰ دے کر شرکت مذکورہ کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (امداد الفتاوی ۳/۴۹۴)

دیکھیے ! اس فتویٰ میں بھی صراحت ہے کہ ”اپنی عمارات مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان و مالِ

تجارت کونقد کی طرف محمول کرلیتے ہیں‘‘اور’’بجعل قيمتها وقت العقد رأس المال‘‘جس سے معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نئے شرکاء اور کلائنٹس سے عقد کے وقت قدیم شرکاء کے عروض اور سامان کی قیمت لگانا اور اس کو رأس المال بنانا شرط اور ضروری ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد عمران اشرف زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں :

کیا سرمایہ کا نقد ہونا ضروری ہے؟

شرکت کے اندر سرمایہ کیسا ہونا چاہیے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ جو لوگ شرکت قائم کریں ان میں سے ہر شخص اپنی سرمایہ کاری کا حصہ نقد فراہم کرے؟ یا کوئی شریک اپنا حصہ جنس کی صورت میں بھی دے سکتا ہے؟ اس کے بارے میں فقہاء کرام کی آراء مختلف ہیں۔

احناف کا مذہب : امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جنس (سامان) کی شکل میں سرمایہ لگا کر شرکت العقد وجود میں لانا جائز نہیں، خواہ وہ سامان مثلی اشیاء میں سے ہو یا قیمتی اشیاء میں سے ہو۔

مالکیہ کا مذہب : اس کے برعکس مالکیہ کے نزدیک جنس کی شکل میں سرمایہ فراہم کر کے شرکت مطلقاً جائز ہے، خواہ وہ سامان مثلیات میں سے ہو خواہ قیمیات میں سے ہو، نیز یہ بھی جائز ہے کہ دونوں شریک اپنا سرمایہ جنس کی صورت میں فراہم کریں اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک شریک نقد روپے لائے اور دوسرے کا سرمایہ جنس کی شکل میں ہو۔

مالکیہ کہتے ہیں جب کوئی شریک سامان کی صورت میں سرمایہ فراہم کرے تو اس کے حصے کا تعین اس سامان کی بازاری قیمت کی بنیاد پر کیا جائے گا۔

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں ص:۲۴۸)

نیز لکھتے ہیں : اگر کوئی شخص کسی چلتی ہوئی صنعت (Industry) میں اپنا روپیہ لگائے

اور صنعتکار کے ساتھ شرکت کرلی تو یہ جائز ہے مثلاً زید کا ایک کپڑے کا کارخانہ ہو، اور بکر اس میں ایک لاکھ روپے ڈال کر اس کارخانے میں حصہ دار بن جائے اور اس طرح زید اور بکر اس کپڑے کی صنعت میں شرکت کرلیں اس صورت میں زید کا سرمایہ عروض (جنس) کی شکل میں ہوا اور بکر کا سرمایہ نقد شکل میں، لہٰذا زید کے کارخانے کی قیمت لگا کر اس کا سرمایہ متعین کیا جائے گا اور اس کی بنیاد پر شرکت قائم کی جاسکے گی کیونکہ یہ بات پیچھے آچکی ہے کہ سرمایۂ شرکت کا نقد ہونا لازمی نہیں ہے۔

(شرکت و مضاربت عصر حاضر میں ص: ۲۵۵)

اگر اس متبادل پر عمل نہ ہوا اور بوقت شرکت عروض کی قیمت نہ لگائی گئی تو نقصان کی صورت میں نئے آنے والے شریک کے نفع اور حق کا کچھ حصہ قدیم شرکاء کو ملے گا اور نفع کی صورت میں قدیم شرکاء کے نفع اور حق کا کچھ حصہ نئے آنے والے شریک کو ملے گا اور یہ درج ذیل اصول کے خلاف ہونے کی وجہ سے اکل بالباطل میں داخل اور حرام ہے۔

﴿اُصولِ مسلّمہ﴾

(الأصل الأول): الخَراج بالضمان

عن مَخْلَد بن خُفَافٌ قال: ابتعت غلاما فاستغللته ثم ظهرت منه على عيب فخاصمت فيه إلى عمر بن عبد العزيز فقضى لى برده و قضى عَلَيَّ برد غلته فأتيت عروة فأخبرته فقال: أروح إليه العشية فَأُخْبِرُهُ أن عائشة أخبرتنى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى فى مثل هذا: أن الخراج بالضمان فراح إليه عروة فقضى لى أن آخذ الخراج من الذى قضى به عَلَيَّ له، رواه فى شرح السنة. (المشكوة :۲۴۹)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالىٰ: قال الطيبى رحمه الله الباء فى "بالضمان" متعلقة بمحذوف تقديره الخراج مستحق بالضمان أى بسببه و قيل الباء للمقابلة و المضاف محذوف أى منافع المبيع بعد القبض تبقى للمشترى فى مقابلة الضمان اللازم عليه بتلف المبيع و نفقته و مؤنته و منه قوله

علیہ الصلوۃ و السلام: من علیہ غرمہ فعلیہ غنمہ، و المراد بالخراج ما یحصل من غلۃ العین المبتاعۃ عبدا کان أو أمۃ أو ملکا و ذلک أن یشتریہ فیستغلہ زمانا ثم یعثر منہ علی عیب قدیم لم یطلعہ البائع علیہ أو لم یعرفہ فلہ رد العین المعیبۃ و أخذ الثمن و یکون للمشتری ما استغلہ لأن المبیع لو تلف فی یدہ لکان من ضمانہ و لم یکن لہ علی البائع شیء .(المرقاۃ ٦/٨٩، ط: رشیدیہ جدید)

''مخلد بن خفاف فرماتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا، پھر میں نے اس کو مزدوری پر لگایا اور اس کی مزدوری بطور نفع رکھ لی، پھر مجھے اس کا ایک پرانا عیب معلوم ہوا تو اس کی وجہ سے میں نے اس کے سابق مالک کے خلاف (حضرت) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پاس مقدمہ دائر کیا، انہوں نے فیصلہ دیا کہ میں یہ غلام اس عیب کی وجہ سے اس کے مالک کو لوٹا دوں اور مزدوری کا جو نفع میں لے چکا تھا وہ بھی اس کے مالک کو واپس کردوں۔ پھر میں عروہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے پاس آیا اور ان کو اس تمام معاملے کی روئیداد سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ (حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس فیصلہ میں مزدوری واپس کرنے کے سلسلے میں غلطی ہوئی ہے) اور میں شام کو ان کے پاس جا کر (حضرت) عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی روایت بیان کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے ایک فیصلے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ نفع اس کو ملتا ہے جو ضمان اور نقصان کا ذمہ دار ہے۔ (چونکہ غلام کی مزدوری کے عرصے میں اگر اس سے کوئی نقصان ہوتا یا خود مر جاتا تو اس کی ذمہ داری اسی مشتری اور خریدار پر آتی، لہٰذا اس عرصہ کا نفع بھی اسے ہی ملنا چاہیے) سو عروہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) شام کو ان کے پاس تشریف لے گئے پھر (حضرت) عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے میرے لیے فیصلہ دیا کہ میں وہ نفع اس مالک سے واپس لے لوں۔''

اس اصل کا حاصل یہ ہے کہ نفع اس کو ملتا ہے جو ضمان اور نقصان کا ذمہ دار ہے، جبکہ نئے آنے والے شرکاء گذشتہ نقصان اور ضمان کے ذمہ دار نہیں لہٰذا نفع کے بھی حقدار نہ ہوں گے۔

(الأصل الثانی): الغنم بالغرم

عن سعيد بن المسيب أن رسول الله ﷺ قال: لا يُغلِقُ الرهنُ الرهنَ من صاحبه الذى رهنه له غنمه و عليه غرمه، رواه الشافعي مرسلا(المشكوة : ۲۵۰)

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی چیز کو رہن (گروی) رکھنا اُس مرہون شے (کی ملکیت اور منافع) سے اُس کے مالک کو نہیں روکتا (یعنی کسی چیز کو گروی رکھنے سے راہن اور مالک کی ملکیت ختم نہیں ہوتی لہٰذا) اس گروی رکھی ہوئی چیز کے ہر نفع اور بڑھوتری کا حقدار راہن ہی ہوگا اور وہی اس کے نقصان کا بھی ذمہ دار ہوگا۔''

اس اصل کا حاصل یہ ہے کہ فائدہ بمقابل نقصان ہے، یعنی کسی چیز کا فائدہ اس کو حاصل ہوگا جس کے ذمہ اس چیز کا تاوان ہے۔

(الأصل الثالث): لا يحل ربح ما لم يضمن.

قال رسول الله ﷺ: لا يحل سلف و بيع و لا شرطان فى بيع و لا ربح ما لم يضمن و لا بيع ما ليس عندك، رواه الترمذى و أبو داود و النسائى.(المشكوة :۲۴۸)

''رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: قرض اور بیع (ایک دوسرے سے متعلق کرکے) حلال نہیں ہے، اور بیع میں دو شرطیں کرنی درست نہیں، اور اس چیز سے نفع اٹھانا درست نہیں جو ابھی اپنے ضمان (قبضہ) میں نہیں آئی، اور اس چیز کو بیچنا جائز نہیں جو تمہارے پاس (یعنی تمہاری ملکیت میں) نہیں۔''

اس اصل کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز کے نقصان کا کوئی ضامن نہیں اس کا نفع اس کے لیے حلال نہیں۔

''**المحيط البرهانى، كتاب المضاربة، الفصل الثامن عشر ۱۸ / ۲۱۵**'' میں کئی جگہ اس بات کی صراحت ہے کہ ربح آنے کے بعد رب المال متعین شرح کے مطابق اپنے حصے کا مالک بن جاتا ہے اور مضارب اپنے حصے کا۔ اگر مضارب نے ناجائز طور پر مال کو کسی غیر کے مال سے خلط کیا تو مضارب رب المال کے اصل سرمایہ کے ساتھ ساتھ اس کے ربح کے حصے کا بھی ضامن ہوگا۔

ان تصریحات سے معلوم ہوگیا کہ کاروبار میں ربح اور نفع آنے کے بعد کسی اجنبی کو شریک کرنے کی

صرف وہی صورت ہوسکتی ہے جو اوپر ہم نے ذکر کردی ہے، نئے شریک کی شرکت کے وقت نفع اور ربح کو کالمعدوم تصور کر کے اس کو شریک کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ خلط کے ذریعے یہ ایک کا مال دوسرے کو ناحق طور پر کھلانے کی وجہ سے اکل بالباطل میں داخل اور حرام ہے۔

نتیجہ : اس متبادل کے پیشِ نظر مسلمان تاجر پر لازم ہے کہ ہر نئے آنے والے شریک کے لیے بوقتِ عقد کمپنی کے اندر موجود سارے سامانِ تجارت اور منجمد اثاثوں جیسے دفاتر، فرنیچر، استعمال کی گاڑیوں وغیرہ کی بازاری قیمت لگائیں اور نقد اور دیون کو بھی ساتھ جمع کر کے ان کا حصہ اور سرمایہ متعین کریں۔

﴿ناجائز امر نمبر۲﴾

کیپ ایبل ایشیا اور اس جیسی دیگر کمپنیوں میں جب کسی نئے شریک کو شریک کیا جاتا ہے تو اس وقت مکمل سرمایہ حاضر وموجود نہیں ہوتا بلکہ سرمائے کا ایک بڑا حصہ لوگوں پر ادھار اور کاروبار میں پھنسا ہوا بھی ہوتا ہے یعنی دیون اور قرضوں کی صورت میں ہوتا ہے جبکہ جوازِ شرکت کے لیے یہ ضروری ہے کہ سرمایہ عقد کے وقت یا کم از کم خریداری اور تجارت کی ابتدا میں موجود ہو۔ اگر سرمایہ حاضر وموجود نہ ہوگا تو شرکت کسی بھی مذہب میں جائز نہ ہوگی۔

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب: شرکت کے لیے سرمائے کا عقد کے وقت موجود ہونا یا کم از کم خریداری اور تجارت کی ابتدا میں متعین اور موجود ہونا ضروری ہے۔

مثلاً دو آدمی آپس میں شرکت کرلیں اور عقد کے وقت ہی سرمایہ ملالیں یا بازار سے خریداری کے وقت سرمایہ ملالیں۔

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى: ومنها : أن يكون رأس مال الشركة عينا حاضرا لا دينا ولا مالا غائبا فإن كان لا تجوز عنانا كانت أو مفاوضة لأن المقصود من الشركة الربح وذلك بواسطة التصرف ولا يمكن في الدين ولا

المال الغائب فلا يحصل المقصود وإنما يشترط الحضور عند الشراء لا عند العقد لأن عقد الشركة يتم بالشراء فيعتبر الحضور عنده حتى لو دفع إلى رجل ألف درهم فقال له : أخرج مثلها واشتر بهما وبع فما ربحت يكون بيننا فأقام المأمور البينة أنه فعل ذلک جاز وإن لم يكن المال حاضرا من الجانبين عند العقد لما كان حاضرا عند الشراء. (بدائع الصنائع،٥/ ٧٩،ط:رشيديه جديد)

قال العلامة السرخسي رحمه الله تعالى: واما شركة العنان فهو ان يشترک الرجلان برأس مال يحضره كل واحد منهما ولابد من ذلک اما عند العقد او عند الشراء حتى ان الشركة لاتجوز برأس مال غائب اودين.

(المبسوط للسرخسي،١١/ ١٦٣،ط:رشيديه)

مالکیہ رحمہم اللہ تعالی کا مذہب: سرمایہ کا عقد کے وقت موجود ہونا ضروری ہے لہذا اگر دونوں طرف سے مال موجود نہ ہو یعنی ایک طرف سے مال آجائے اور دوسری جانب سے نہ آیا ہو تو شرکت کی صحت کے لیے دو شرائط ضروری ہوں گی:

(۱) دونوں شریک اس وقت تک کام نہ کریں جب تک کہ غائب مال آجائے۔

(۲) غائب مال بہت دور نہ ہو پھر بعض مالکیہ کے ہاں مطلب یہ ہے کہ دو دن کے اندر اندر آسکے اور بعض نے کہا کہ زیادہ سے زیادہ اس کی آمد میں دس روز لگ سکیں۔

حنابلہ اور شوافع رحمہم اللہ تعالی کا مذہب: فقہائے حنابلہ وشوافع رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک شرکت میں مال کا موجود ومتعین ہونا بوقتِ عقد ضروری ہے، چنانچہ اگر مال موجود نہ ہو یا کسی کے ذمہ دین ہو تو بغیر کسی قید اور شرط کے شرکت ناجائز ہوگی، اس لیے کہ ان کے ہاں شرکت میں مال کا مخلوط کرنا شرط ہے اور جب مال ہی نہ ہو تو سرمایہ مخلوط کیسے ہو سکے گا؟۔

(شرکت ومضاربت عصرِ حاضر میں، ص:۱۹۹،۲۰۰،۲۰۱)

سرمائے کے موجود ہونے کے اعتبار سے سب سے آسان اور اہون مسلک احناف رحمہم اللہ تعالی کا ہے۔

﴿متبادل﴾

اس کا شرعی متبادل یہ ہے کہ ہر وقت کاروبار میں نئے آنے والوں کو شریک نہ کیا جائے بلکہ ایک ایسا مخصوص وقت جس میں سارے دیون وصول ہو جائیں، مقرر کر کے اسی میں نئے آنے والوں کو شریک کیا جائے۔

﴿ناجائز امر نمبر۳﴾

ان مروجہ اکثر کمپنیوں میں کل رأس المال معلوم نہیں ہوتا، جبکہ شرکت میں تقسیم نفع کے لیے ضروری ہے کہ کل رأس المال معلوم ہو۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں :

پورے رأس المال کا معلوم ہونا نفع کی تقسیم کے وقت ضروری ہے تا کہ اس کے مطابق طے شدہ شرح سے نفع تقسیم کیا جا سکے۔ (غیر سودی بینکاری ص:۳۲۵)

معلوم نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شرکت بالعروض میں مزید سرمایہ بڑھانے کے لیے تمام عروض کی بوقت عقد قیمت لگانا ضروری ہے، **عند مالک و فی روایۃ عن احمد** جبکہ یہاں ایسا نہیں ہوتا، اس لیے راس المال مجہول ہوتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ اسلامی شرکت کے لیے ضروری ہے کہ ہر شریک کو اپنے سرمایہ کی مقدار کے اعتبار سے نفع کی نسبت معلوم ہو، اور نفع کی اس نسبت کے لیے کل سرمائے کا معلوم ہونا ضروری ہے، جب تک کل سرمایہ معلوم نہ ہوگا نفع کی نسبت معلوم ہی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک شریک کا سرمایہ ایک لاکھ روپے ہے، اب اس کو نفع کتنا ملے گا؟ اس کے لیے پہلی بات تو یہ ضروری ہے کہ کل سرمایہ معلوم ہو جائے تا کہ اس کو پتا چل جائے کہ ایک لاکھ کی کل سرمایہ کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ جب اس کو معلوم ہوگا کہ مثلاً کل سرمایہ ایک کروڑ ہے تو اب اس کو پتا چل جائے گا کہ اس کے ایک لاکھ سرمائے کی کل سرمایہ سے نسبت 100 / 1 ہے یعنی کل سرمایہ کا سوواں حصہ ہے۔

دوسری بات یہ ضروری ہے کہ جو شرکاء عمل (کام) کرتے ہیں اگر ان کا نفع عمل کی بنیاد پر اپنے سرمایہ سے زیادہ ہے تو اس کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ شرکاء کا نفع مجہول ہوگا، مثلاً چار شرکاء ہیں، ہر ایک کا رأس المال اور سرمایہ ۲۵ فی صد ہے (یعنی ہر ایک کا سرمایہ مثلاً دس لاکھ ہے اور کل رأس المال چالیس لاکھ ہے) ان میں سے دو شرکاء کام کرتے ہیں اور دو کچھ بھی کام نہیں کرتے اس لیے کام کرنے والوں کے لیے ۳۰ فی صد نفع متعین کیا گیا اور کام نہ کرنے والوں کا نفع ۲۰ فی صد متعین ہوا۔

دیکھیے! اس مثال سے واضح ہو گیا کہ کل رأس المال کے معلوم ہونے کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ شرکاء کے نفع کی نسبت بھی معلوم ہو جائے، ورنہ شریک کے لیے نفع مجہول رہے گا۔

اگر شرکاء میں سے کوئی بھی عمل نہ کرتا ہو بلکہ سب نے سرمایہ اکٹھا کر کے کسی غیر شریک کو بطور مضاربت یہ رقم دے دی، تو ایسی صورت میں اگر مضارب کے نفع کی نسبت سب ارباب الاموال سے ایک ہی ہے، مثلاً وہ ہر ایک سے پچاس فی صد نفع خود لیتا ہے اور پچاس فی صد رب المال کو دیتا ہے، تو اس صورت میں صرف دو باتوں کا علم ضروری ہے۔ ایک یہ کہ کل سرمایہ کتنا ہے؟ اور دوسرا یہ کہ مضارب کا نفع کتنا ہے؟ ان دو باتوں سے ہر ایک کو اپنا نفع معلوم ہو جائے گا۔ جیسے مثلاً ایک کا سرمایہ ایک لاکھ ہے اور کل سرمایہ ایک کروڑ ہے اور مضارب کا نفع ۵۰ فی صد ہے، اب ایک لاکھ سرمایہ دینے والے کو معلوم ہو گیا کہ مجھے کل نفع کا 1/200 یعنی آدھا فی صد ملے گا۔

اور اگر مضارب نے ارباب الاموال سے نفع کا تناسب ایک نہیں رکھا بلکہ کسی سے زیادہ اور کسی سے کم رکھا ہے، مثلاً کسی کو ۵۰ فی صد نفع دیتا ہے، کسی کو ۶۰ فی صد اور کسی کو ۴۰ فی صد۔ تو اس صورت میں ہر شریک کو یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ مضارب نے میرے ساتھ نفع کی جو نسبت طے کی ہے، وہ کیا ہے؟ ورنہ نفع مجہول رہے گا۔

الحاصل: اسلامی شرکت اور مضاربت میں ہر شریک اور رب المال کے نفع کے تناسب کا معلوم ہونا ضروری ہے، ورنہ پھر یہ اسلامی شرکت اور مضاربت نہ ہوگی۔ اور نفع کے اس تناسب کا معلوم ہونا

مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق کل رأس المال کے معلوم ہوئے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہر شریک کے لیے ضروری ہے کہ اُسے یہ معلوم ہو کہ مہینہ، چھ ماہ، سال، دوسال وغیرہ مدت تک جو کاروبار ہوا ہے، یہ کتنے سرمایہ سے ہوا ہے؟

مروجہ کمپنیاں جو روزانہ ماہانہ نئے شرکاء سے رقم لیتی ہیں ان کے لیے سامان کی بازاری قیمت روزانہ یا ماہانہ معلوم کرنا انتہائی دشوار بلکہ ناممکن ہے۔

﴿متبادل﴾

اگر عروض کی قیمت ہر ماہ لگانا مشکل ہے تو اس کے لیے ۳ ماہ یا ۶ ماہ کی مدت مقرر کر لی جائے، اور اس درمیانی مدت میں کسی سے مضاربت اور شرکت پر رقم نہ لی جائے۔ پھر ۳ یا ۶ ماہ بعد تمام اثاثوں کی قیمت لگا کر اس کو راس المال بنایا جائے، اس طرح کل راس المال معلوم ہو جائے گا۔

﴿ناجائز امر نمبر ۴﴾

ان کمپنیوں کے ذمہ داران بعض شرکاء اور انویسٹرز کے نفع کا کچھ حصہ ناجائز طریقے سے خود بھی کھاتے ہیں اور بعض دوسرے شرکاء اور انویسٹرز کو بھی کھلاتے ہیں اور یہ قرآنِ کریم کے صریح حکم ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَموَالَكُم بَينَكُم بِالبَاطِلِ﴾ کے خلاف اور اکل بالباطل اور حرام ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ ذمہ داران ہر ماہ نقد کی صورت میں جو نفع آتا ہے وہ انویسٹرز میں تقسیم کرتے ہیں، (کیونکہ ہر ماہ تمام منجمد اثاثوں اور مالِ تجارت وغیرہ کا حساب لگانا متعذر رہے) لہٰذا جو مصنوعات بن تو گئیں لیکن ابھی تک فروخت نہیں ہوئیں یا وہ خام مال کی صورت میں ہیں، اُن میں بھی تو نفع آچکا ہوتا ہے، لیکن فروخت نہ ہونے کی وجہ سے تقسیم نہیں ہوا۔ یہ ممکن ہے کہ آئندہ ماہ شروع کی تاریخوں میں یہ مال بک جائے اور پھر اصل سرمایہ مع نفع کے دونوں سے خام مال خریدا جائے، اس

صورت میں انویسٹروں کے اصل سرمایہ سے بھی تجارت ہوئی اور سرمایہ کے نفع سے بھی تجارت ہوئی، لہٰذا آئندہ انویسٹروں کو صرف اصل سرمایہ کے تناسب سے نفع نہیں دیا جانا چاہیے، بلکہ ربح کے تناسب سے جو نفع آیا ہے وہ بھی ان ہی کا حق ہے اور ان کو دیا جائے۔

الحاصل: جس طرح کمپنی کے ڈائریکٹرز کو ہر ماہ نفع بھی ملتا ہے اور ان کا کاروبار اور سرمایہ بھی بڑھتا ہے، اسی طرح انویسٹرز کا سرمایہ بھی حقیقت میں بڑھتا ہے، لیکن یہ ذمہ داران ان کے سرمایہ کی بڑھوتری کو خود کھا جاتے ہیں اور حمایت حاصل کرنے کے لیے کچھ دوسروں کو بھی کھلا دیتے ہیں۔

قارئینِ کرام! کسی بھی تاجر اور کاروباری سے پوچھ لیجیے وہ بتا دے گا کہ تقسیم منافع سے پہلے اس فروخت شدہ سامان کے ثمن سے دوسرا سامان خرید کر لایا جاتا ہے اسی طرح جو ربح ہوتا ہے اس کا کچھ نہ کچھ حصہ بھی ضرور آگے کاروبار میں لگتا ہے، دیکھیے! ایک تاجر کا سال کے شروع میں کاروبار پانچ لاکھ کا ہوتا ہے اور سال کے آخر میں باوجود اس کے کہ اخراجات کے لیے نفع کا کچھ حصہ نکالتا رہتا ہے پھر بھی کاروبار مثلاً آٹھ لاکھ کا ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ربح کا کچھ حصہ بھی کاروبار میں لگتا رہتا ہے ورنہ اگر ہر ماہ سارا کا سارا نفع نکال کر صرف پانچ لاکھ چھوڑتا تو کاروبار آٹھ لاکھ کا کبھی نہ ہوتا۔

اس تاجر کے کاروبار پر کمپنی کو قیاس کیجیے، کمپنی کا ہر ماہ کل سرمایہ سے زائد تمام ربح کو معلوم کر کے تقسیم کرنا آسان نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت پیش کر سکتا ہے کہ فروخت کے بعد فوراً اصل سرمایہ علیحدہ کر دیا جاتا ہے اور ربح کو علیحدہ، پھر خام مال صرف اسی سرمایہ سے خریدا جاتا ہے اور بس۔

﴿متبادل﴾

چونکہ یہ خرابی، امر نمبر (۱) اور امر نمبر (۳) کے مفسدہ پر مبنی ہے، اس لیے اگر امر نمبر (۱) اور نمبر (۳) کے مفسدہ کا (ہمارا ذکر کردہ) متبادل عمل میں آ گیا تو یہ مفسدہ بھی خود بخود ختم ہو جائے گا۔

﴿ناجائز امر نمبر ۵﴾

ان کمپنیوں کے ڈائریکٹرز کا متعین تنخواہ اور اجرۃ لینا بھی ناجائز اور مفسدِ عقد ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شرعی شرکت اور مضاربت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی صورت میں کوئی فریق نفع سے محروم نہ رہے اس وجہ سے کسی فریق کے لیے کچھ رقم متعین کرنا جائز نہیں، لہٰذا مضارب یا رب المال کو نفع میں سے کچھ متعین کر کے دینا ناجائز اور مفسد عقد ہے۔

(۱) حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں شریک کے لیے متعین تنخواہ کو ناجائز فرماتے ہیں۔ سوال وجواب دونوں ملاحظہ فرمائیں:

سوال: چار شخصوں نے مل کر تجارت کی اور باہم یہ بات قرار پائی کہ ایک سال دو شخص مال تجارت لے کر پردیس کو جاوے اور دو شخص اپنے وطن میں مکان پر رہیں اور دوسرے سال دو شخص جو مکان پر رہے تھے وہ مال تجارت لے کر پردیس کو جاویں اور جو پردیس کو مال لے کر گئے تھے وہ وطن میں مکان پر رہیں اب صرف دو ہی شخص مال تجارت لے کر پردیس کو جاتے ہیں اور دو شخص اپنے وطن میں مکان پر رہتے ہیں، اب تحقیق طلب یہ بات ہے کہ جو شخص پردیس کو مال تجارت لے کر جاتے ہیں وہ ان دو شخصوں سے جو مکان پر رہتے ہیں اور مال تجارت لے کر پردیس کو نہیں جاتے منافع زیادہ لینے کے مستحق ہیں کہ نہیں؟ اگر منافع زیادہ نہیں لے سکتے تو اپنا حق المحنت پردیس جائے بطور تنخواہ کے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر اس سوال میں کوئی اور شق بھی رہ گئی ہو تو اس کا جواب بھی مرحمت فرمادیا جاوے تاکہ تکمیل جواب ہو جاوے اور حضور والا کو مکرر تکلیف نہ دی جاوے۔

الجواب: فی الدر المختار : کتاب الشرکة : و شرطها کون المعقود علیه قابلا للوکالة فلا تصح فی المباح کاحتطاب و عدم ما یقطعها کشرط دراهم مسماة من الربح لأحدهما لأنه قد لا یربح غیر المسمی و حکمها الشرکة فی الربح

فی رد المحتار تحت قوله : (و حكمها الشركة) و اشتراط الربح متفاوتا عندنا صحيح في ما سيذكر ج ٣ ص ٥٢٠

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ باہر جاتے ہیں وہ منافع زیادہ لے سکتے ہیں مگر تنخواہ معین کر کے نہیں لے سکتے، اور منافع جو زیادہ لیں گے وہ نسبت سے ہونا چاہیے مثلاً دو ثلث یہ لیں گے اور ایک ثلث دوسرے شرکاء جو باہر نہ جاویں گے مثلاً، اور یہ جائز نہیں کہ بیس، بیس روپے ماہوار لیا کریں گے۔ ۴/ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

(امدادالفتاوی ۳/ ۵۱۵، ۵۱۶)

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ''محدود ذمہ داری'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سلسلہ میں اول تو عرض یہ ہے کہ اگر اس کو (متعاقدین کے درمیان) شرط فاسد بھی قرار دیا جائے تو شرکت ان عقود میں سے ہے جو شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتی الا یہ کہ اس شرط باطل کے نتیجہ میں شرکت ہی باقی نہ رہتی ہو مثلاً کسی ایک شریک کے لیے کسی متعین رقم کی شرط۔'' (غیر سودی بینکاری ص: ۳۴۴)

(۲) حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان ''شریک کو بوجہ زیادتی عمل کے منافع کے علاوہ تنخواہ دینے کا حکم'' کے تحت ایک سوال کے جواب میں شریک کے اجیر بنانے کو ناجائز فرماتے ہیں، سوال وجواب دونوں ملاحظہ فرمائیں:

سوال: دکان لمیٹڈ ہو جانے کی حالت میں شرکاء دکان میں سے جو شریک دکان میں کام کرتے ہیں کوئی منیجر (منتظم) ہوتا ہے اور کسی کے متعلق دکان کا دوسرا کام ہوتا ہے تو ان کام کرنے والے شریکوں میں سے ہر شریک کو منیجری وغیرہ کی اس کے کام کے لائق علیحدہ تنخواہ ہے اور جو شریک کام نہیں کرتا اس کو تنخواہ نہیں ملتی بلکہ صرف نفع پانے کا حق دار ہوتا ہے پس ارشاد ہو کہ کام کرنے والے شرکاء کو اس طرح تنخواہ دینا جائز ہے کہ نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب: شریک کا اجیر ہونا درست نہیں، بلکہ صورتِ جواز یہ ہے کہ جو شریک منیجر ہو اس کا حصہ منافع میں زیادہ کر دیا جائے مثلاً جو شریک منیجر نہیں ان کا حصہ روپے میں دو آنہ ہے تو منیجر کا حصہ روپیہ میں چار آنہ کر دیا جائے، لیکن یہ جائز نہیں کہ اس کی تنخواہ مقرر کی جائے۔
واللہ اعلم (امداد الاحکام ۳/۳۲۳)

(۳) مضاربہ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہ لکھتے ہیں:

''مضاربہ میں کسی ایک فریق کے لیے متعین نفع کی شرط جائز نہیں، یہ مضاربہ فاسدہ ہے، رب المال کا معین نفع وصول کرنا سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔''
قال في التنوير : وكون الربح بينهما شائعا. (الشاميه ٤/ ٥٣٢) .
(احسن الفتاویٰ ۷/ ۲۴۵)

اسی طرح شریک کو ملازم رکھ کر اس کو متعین تنخواہ دینا چونکہ شرکت کے بنیادی اصول کے خلاف ہے لہٰذا مفسدِ شرکت ہے۔ شرکت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ کوئی ایسی شرط نہ لگائی جائے جس سے نفع میں شرکت منقطع ہو جائے جبکہ ملازمت کی صورت میں یہ شرکت منقطع ہو سکتی ہے کیونکہ مثلاً اگر اس (ملازم شریک) کی اجرت اور تنخواہ دس ہزار روپیہ ہے اور کل نفع بھی دس ہزار یا اس سے کم ہوا ہے تو کل نفع اس ایک شریک کو مل جائے گا اور دوسرے سارے شرکاء محروم ہوں گے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ : (وشرطها) اى شركة العقد......(وعدم مايقطعها كشرط دراهم مسماة من الربح لا حدهما) لانه قد لايربح غير المسمى(الشاميه ٧/ ٤٦٨،ط: رشيديه)

﴿متبادل﴾

اس کا متبادل وہی ہے جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاوی میں اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الاحکام میں تحریر فرمایا ہے، جس پر

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصویبی دستخط فرمائے ہیں، کہ متعین تنخواہ کی بجائے نفع میں اس کا حصہ بڑھا دیا جائے۔

﴿ناجائز امر نمبر ۶﴾

ان کمپنیوں میں سے بعض شرکاء اور انویسٹرز کا اپنی شرکت کو ختم کر کے رقم نکالنے کا جو طریقہ کار ہے وہ بھی اسلامی اصولوں کے خلاف ہے، کیونکہ یہ کمپنیاں ان شرکاء کو اس بات پر مجبور کرتی ہیں کہ بصورتِ بیع اپنا حصہ ہمارے پاس ہی چھوڑنا پڑے گا، اور اس بیع میں درج ذیل خرابیاں ہیں:

(۱) عدمِ تراضی۔ یعنی جو شریک نکلنا چاہتا ہے اس کے حصے کی جو قیمت لگائی جاتی ہے وہ ابتدائے شرکت کے وقت لگائے ہوئے سرمائے کے مطابق ہوتی ہے یا اس سے کم ہوتی ہے جبکہ نکلنے والا شریک اگر یہی حصہ عام منڈی یا بازار میں دوسروں کے ہاتھ فروخت کرتا تو اصل سرمائے سے زیادہ پر فروخت ہوتا لیکن شریک کو کم قیمت پر اپنا حصہ کمپنی ہی کو بیچنے پر مجبور کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے حقیقی رضامندی جو کہ بیع کی بنیادی شرط ہے بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

واضح رہے کہ یہ صرف زبانی اور فرضی خرابی نہیں بلکہ ہمارے سامنے اس بات کے مکمل ثبوت موجود ہیں کہ ان کمپنیوں میں اس طرح کے معاملات کیے جاتے ہیں اور اس بات کی واضح اور صاف ستھری مثال کیپ ایبل ایشیا کمپنی کا وہ معاملہ ہے جو انہوں نے کسی غیر آدمی نہیں بلکہ خود اپنے ہی ایک ڈائریکٹر کے ساتھ کیا۔

اس معاملے کی تفصیل مختصراً کچھ یوں ہے کہ کیپ ایبل ایشیا کمپنی کے ایک سابق مشہور ڈائیریکٹر جو کہ خود ایک بڑے عالم بھی ہیں اور ان کے کمپنی کے مجموعی کاروبار میں شرحِ تناسب کے لحاظ سے چودہ حصے تھے، کسی وجہ سے جب انہوں نے کمپنی سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہی تو ان کے حصے کو کمپنی کے دیگر ڈائریکٹران نے گویا کہ خرید لیا۔ اور اس خریداری کی صورت یہ اختیار کی کہ ان کے جو کمپنی میں چودہ حصے بنتے تھے ان چودہ حصوں میں سے بیس فیصد ان ڈائیریکٹر صاحب کی ذاتی رقم تھی اور اسی فیصد رقم انہوں

نے دیگر لوگوں کی لگوائی ہوئی تھی، کمپنی کے ذمہ داران نے یہ کیا کہ ان کے حصے کی اعتباری قیمت اتنی کم لگائی کہ ان کا اپنا بیس فیصد حصہ بالکل ہی ختم کر دیا اور بقیہ اسی فیصد کے برابر رقم لگا کر ان کے حصے کو ۲۰٪ فیصد نقصان سے خرید لیا گویا کہ حصہ کو کم قیمت پر خریدنے کا سارا نقصان ان ڈائریکٹر صاحب پر ڈال دیا اور ان کے واسطے سے دیگر لوگوں کی جو رقوم لگی ہوئی تھیں ان ارباب الاموال کو دیگر ڈائریکٹران نے آپس میں تقسیم کرلیا۔

اس روئیداد کا ثبوت پورے معاہدے کی وہ تحریر ہے جس پر کمپنی کے ذمہ داران کے دستخط بھی موجود ہیں، چنانچہ ذیل میں اس تحریر کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے:

''آج مؤرخہ ۲۸ جولائی ۲۰۱۰ء بروز بدھ کیپ ایبل انڈسٹری کے ہیڈ آفس میں جو کوالالمپور ملائیشیا میں واقع ہے، اس میں موجود ڈائریکٹر حضرات نے چند امور طے کیے ہیں۔

(۱) تمام حضرات نے .... کے پرزور مطالبے پر متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج کے بعد سے کمپنی کے کاروبار جو چائنا میں واقع ہے، کے شریک .... کے ساتھ تمام کاروباری معاملات اور لین دین اور شراکت داری کو ختم کر دیا گیا ہے۔

(۲) لہٰذا کمپنی آج کے بعد سے شریک ڈائریکٹر...... کی طرف سے کسی بھی طرح کے لین دین اور کسی بھی طرح کے کاروباری معاملات کی ذمہ دار نہیں ہوگی۔

(۳) چونکہ...... نے کمپنی کے ساتھ شراکت داری کو اپنی رضامندی سے ختم کیا ہے لہٰذا ...... کی وساطت سے لوگوں کے کمپنی کے ساتھ معاہدے بھی ختم ہو گئے ہیں، اب...... کمپنی کے لیٹر پیڈ پر کمپنی کا نام اور مہر استعمال نہیں کر سکیں گے اور اپنے کو کمپنی کا ڈائریکٹر بھی ظاہر نہیں کر سکیں گے۔

۴۔......صاحب کے کمپنی کے کاروبار میں شرح تناسب سے ۱۴/ حصے بنتے ہیں جن کی آج کے کاروبار میں نفع ونقصان کو سامنے رکھتے ہوئے ۲۰٪ فیصد کمی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

۵۔حصص کی قیمت میں ۲۰٪ فیصد کمی کے بعد دیگر شرکاء نے حصص کو خرید لیا ہے اور حصص سے متعلقہ بقیہ افراد کو شرکاء نے رقم کے اعتبار سے تقسیم کرلیا ہے۔" (تحریری معاہدہ)

واضح رہے کہ اس تحریری معاہدے پر مندرجہ ذیل ڈائریکٹر حضرات کے دستخط بھی موجود ہیں:

(۱) محمد عمر لالیکا (۲) محمد ناصر لالیکا (۳) محمد ابوبکر

(۴) محمد اسامہ ضیاء (۵) عبداللہ جنید (۶) غلام قادر

(۷) عبدالعزیز (۸) محمد اسامہ

(۹) محمد آصف جاوید عرف محمد ابراہیم۔

اس تحریر کے بعد ڈائریکٹر صاحب نے باقاعدہ کمپنی کے ذمہ داران کو ایک خط میں لکھا کہ میں اس طرح نقصان پر بیچنے پر تیار نہیں ہوں، اس خط کا اقتباس درج ذیل ہے:

"آپ حضرات کے دستخط کے ساتھ ایک تحریر موصول ہوئی جو بندہ کی کیپ ایبل انڈسٹری کے ساتھ شراکت داری کو منسوخ کرنے سے متعلق ہے جس کو بندہ نے پڑھا اور سمجھا اور خوب غور وخوض کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ آپ کے تحریر کردہ امور کو تسلیم کرنا بندہ اور بندہ کے کسٹمرز کے لیے انتہائی نقصان اور انتشار کا باعث ہے لہٰذا بندہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کے طے کردہ امور کے ساتھ شراکت داری کی منسوخیت کو تسلیم کرنا بندہ کے لیے ناقابلِ قبول ہے اور بندہ کی پرانی حیثیت (شراکت داری) اب بھی بحال ہے تا آنکہ باہمی رضامندی اور اتفاق سے کوئی اور لائحۂ عمل طے ہو۔ فقط والسلام۔

بندہ............۵/ اگست ۲۰۱۰ء۔

(تحریری خط بنام ذمہ داران کیپ ایبل انڈسٹری)

(تحریرات کی اصل ہمارے پاس محفوظ ہے، ضرورت پڑنے پر دکھائی جاسکتی ہے۔)

(۲) حصے کی کچھ مقدار بصورت نقد بھی ہوتی ہے جس کی بیع شرعاً بیع صرف ہے اور بیع صرف کے

جواز کے لیے شرط ہے کہ عوضین پر مجلسِ عقد میں قبضہ کرے، لہٰذا مقدارِ نقد حصہ کے عوض پر مجلسِ عقد میں قبضہ ضروری ہے جب کہ یہاں بائع کو ثمن تین ماہ بعد دیا جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''اب بعض چیزیں اس کے متعلق قابلِ تحقیق رہ گئیں ان کو بھی عرض کرتا ہوں، ایک یہ کہ بعض شریک حصہ دار اپنا حصہ دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس میں بدلین کا یداً بید تقابض نہیں ہوتا صرف حساب میں بائع کا نام خارج ہو جاتا ہے دوسرے بعض اوقات بلکہ اکثر اوقات بدلین کی مقدار برابر ہی نہیں ہوتی مثلاً کسی کا حصہ سو روپے کا ہے وہ ایک سو دس میں فروخت کرتا ہے سو یہاں تماثل وتساوی بھی نہیں سو دوسرے محظور کا تو جواب ظاہر ہے اس لیے کہ بائع دو چیزوں کا مالک ہے ایک تو کھمبوں اور تاروں کا اور عمارت وغیرہ سامان کا دوسرے کچھ روپے کا جو وہاں داخل ہے سو وہ ایک سو دس روپے کے عوض میں نہیں ہے بلکہ کچھ سامان کے عوض میں ہے کچھ روپے کے عوض میں ہے اور جس روپے کے عوض میں ہے وہ غالباً وعادۃً اس کی مقدار ایک سو دس کی نہیں اگر ایک روپیہ بھی کم ہو تو دوسرا محظور لازم نہیں مثلاً وہاں اگر اس بائع کا ایک سو نو روپے ہو تو مشتری کے ایک سو دس روپے میں سے ایک سو نو تو اس ایک سو نو روپے کے مقابلے میں ہو گیا اور ایک روپیہ دوسرے سامان کے عوض میں ہو گیا رہا قصہ تقابض کا سو اس کا ایک حیلہ ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ مشتری بائع سے یوں کہے کہ تمہارا جتنا روپیہ کمپنی میں ہے میں اپنے اس زرِ ثمن میں سے اس قدر دیتا ہوں اور تم اس قرض کا حوالہ اس کمپنی پر کردو کہ میں اس سے وصول کروں یا کسی کام میں لگا دوں اور جو زرِ ثمن میں اس روپے سے کچھ زیادت ہے اس کے عوض تمہارے حصے کا سامان از قبیلِ عروض خریدتا ہوں اسی حیلے سے وہ محظور بھی دفع ہو گیا البتہ اس پر ایک سوال ہوگا کہ اس ایک روپے کی مقدار تو معلوم نہیں جس کے عوض یہ قرض دیتا ہے تو مجہول کا قرض کیسا؟ اس کا حل منقول تو دیکھا نہیں لیکن قواعد ونظائر

میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جہالت مضر نہیں بلکہ صرف وہ جو مفضی الی النزاع ہو اور یہاں یہ احتمال نہیں لہٰذا گنجائش ہوسکتی ہے۔ (امداد الفتاوی ۳/۴۹۲)

﴿متبادل﴾

شریعت کے دیے ہوئے حق کے مطابق رب المال کو فروخت کرنے میں آزادی دی جائے، چاہے تو باہمی رضامندی سے اپنے حصہ کو مضارب پر بیچے، یا شرکاء میں سے کسی شریک پر بیچے، یا کسی ثالث پر بیچے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ پورا کاروبار ختم ہونے سے پہلے کسی ایک شریک کے نکلنے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) نکلنے کے وقت پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہو۔

اس صورت میں اس نکلنے والے شریک کو طے شدہ شرح کے مطابق نفع مع اصل سرمایہ دے کر علیحدہ کیا جائے۔

مثلاً تین شرکاء ہیں ہر ایک کا سرمایہ ایک ایک لاکھ ہے اور نفع میں سے ہر ایک کے لیے ایک ایک تہائی حصہ طے ہوا تھا، تین مہینوں میں مزید تیس ہزار نفع ہوا اور اب پورا کا پورا سرمایہ نقدی کی شکل میں ہے، تو اس نکلنے والے کو ایک لاکھ دس ہزار روپے دے کر علیحدہ کیا جائے یہ صورت شرعاً جائز اور درست ہے۔

(۲) نکلتے وقت سرمایہ اثاثہ اور سامان کی شکل میں ہے۔

ان اثاثوں کی قیمت لگا کر جتنا حصہ اس نکلنے والے شریک کا بنتا ہے وہ اس کی مرضی سے اسی قیمت پر کمپنی خریدے، یا قدیم شرکاء میں سے کوئی خریدے، یا ان کے علاوہ کوئی نیا آنے والا خریدے، یا شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے بتلائے ہوئے طریقے پر عمل کرے.........

حضرت فرماتے ہیں:

''اگر شرکاء میں سے کوئی ایک مشارکہ ختم کرنا چاہے جبکہ دوسرا شریک یا باقی شرکاء کاروبار

جاری رکھنا چاہیں تو باہمی معاہدے سے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے، جو شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں وہ اس شریک کا حصہ خرید سکتے ہیں جو اپنی شراکت ختم کرنا چاہتا ہے، اس لیے کہ ایک شریک کے ساتھ مشارکہ ختم ہونے کا عملاً یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ مشارکہ دوسرے شرکاء کے ساتھ بھی ختم ہو جائے اس صورت میں مشارکہ چھوڑنے والے شریک کے حصے کی قیمت کا تعین باہمی رضامندی سے ہونا ضروری ہے، اگر اس حصے کی قیمت کے تعین میں اختلاف ہو اور شرکاء کے درمیان کوئی متفقہ قیمت طے نہ پاسکے تو مشارکہ چھوڑنے والا حصہ دار خود ان اثاثوں کو تقسیم کر کے دوسرے شرکاء سے علیحدہ ہو سکتا ہے یا لیکویڈیشن یعنی اثاثوں کو بیچ کر نقد میں تبدیل کر کے۔

(اسلامی بینکاری کی بنیادیں، ص:۴۴)

(۳) کچھ نقدی اور کچھ سامان کی صورت میں ہو۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ مقدارِ نقد پر مجلسِ عقد میں قبضہ کرادیا جائے تاکہ ''عدمِ تقابض فی المجلس'' کی خرابی لازم نہ آئے۔

﴿ناجائز امر نمبر ۷﴾

بعض مروجہ کمپنیوں میں کئی مضارب آپس میں شریک ہوتے ہیں ان کے ارباب الاموال بعض مرتبہ زیادہ نفع کی لالچ میں مضارب تبدیل کراتے رہتے ہیں اور بعض مرتبہ کوئی مضارب شرکت ختم کر دیتا ہے تو اس کے ارباب الاموال کمپنی میں اپنا حصہ دوسرے مضارب کو بطورِ مضاربت دیتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں جائز نہیں کیونکہ ان صورتوں میں رب المال کا حصہ عروض اور سامان کی شکل میں ہے اور بقول حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم عروض میں حنفیہ اور جمہور کے نزدیک مضاربہ جائز نہیں، البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک قول کے مطابق جائز ہے، لیکن اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ بوقت عقد ان عروض کی قیمت لگا کر ان کو سرمایہ بنایا جائے۔ چنانچہ فتاوی عثمانی میں عنوان ''نقد کی بجائے مضاربت بالعروض کا حکم'' کے تحت ایک سوال کے

جواب میں فرماتے ہیں:

''جواب: حنفیہ اور جمہور کے نزدیک مضاربت بالعروض درست نہیں، الا یہ کہ انہیں بیچ کر نقد بنا لیا جائے، البتہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت میں جائز ہے، اور وقتِ عقد عروض (سامان) کی قیمت کو رأس مال المضاربہ قرار دیا جائے گا۔

(الانصاف للمرداوی ۵/ ۴۰۹)

حاجت کے وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرکت بالعروض میں مالکیہ کا قول اختیار کرنے کی گنجائش دی ہے (امداد الفتاوی ۳/ ۴۹۵) یہ گنجائش یہاں بھی ہو سکتی ہے۔ (فتاوی عثمانی ۳/ ۳۸، ۳۹)

المیہ

کیا آج تک امام مالک اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق کسی ایک کمپنی میں بھی اس جواز کی صورت پر اب تک عمل ہوا ہے؟ اور کسی کو اب تک اس پر عمل کرنے کا خیال آیا ہے؟

بلکہ ان کمپنیوں میں روزانہ متعدد ارباب الاموال کی آمد و رفت کے مروجہ طریقہ کی وجہ سے اس پر عمل مشکل ہی نہیں، ناممکن بھی ہے۔

﴿متبادل﴾

تبدیلیِ مضارب کی صورت میں دوسرے مضارب سے عقد کے وقت اگر حصہ اور سامان کی بازاری قیمت لگا کر اس کو رأس المال بنایا جائے تو جائز ہے۔ اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب کمپنیوں میں نئے ارباب الاموال کی شرکت کے لیے معتد بہ مدت کے بعد کوئی وقت مقرر کیا جائے، اور اس مقررہ مدت سے قبل کسی نئے آنے والے کو شریک نہ کیا جائے، تا کہ اثاثہ جات کی قیمت لگانا ممکن ہو سکے۔

﴿ناجائز امر نمبر ۸﴾

مروجہ بعض کمپنیوں کے بارے میں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ان کمپنیوں کے وہ شرکاء جو

ارباب الاموال کے مضاربین یعنی ڈائریکٹرز ہیں، کے پاس نئے ارباب الاموال جو رقوم جمع کراتے ہیں، اکثر انہی رقوم میں سے یہ گذشتہ ماہ کے شرکاء اور ارباب الاموال کو نفع دیتے ہیں۔

اس صورت کے حکم میں یہ تفصیل ہے کہ جب مضارب نے کاروبار میں لگانے سے قبل رب المال کا سرمایہ جو اس کے ہاتھ میں امانت ہے، دوسری جگہ خرچ کیا تو اس کی دوصورتیں ہیں:

(۱) مضارب نے پورا سرمایہ اپنے ذاتی کاموں میں خرچ کیا، اور اس رقم سے کوئی کمائی نہیں کی، البتہ اپنی طرف سے رب المال کو نفع کے نام سے کچھ دیتا رہا۔

اس کا حکم یہ ہے کہ مضارب اس خیانت کی وجہ سے گناہ گار ہے اور سرمایہ کا ضامن ہے، اور اس پر واجب ہے کہ اس گناہ سے توبہ کرے اور رب المال کو پورا سرمایہ واپس کردے۔

رب المال کو اگر اس خیانت کا علم ہے تو اس کے لیے نفع کے نام سے رقم لینا ناجائز اور حرام ہے، اور لی ہوئی رقم مضارب کو واپس کرنا واجب ہے، اور علم نہ ہونے کی صورت میں معذور ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ عنوان ''روپیہ بنام تجارت گرفتن و تجارت الخ'' کے تحت ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال نمبر ۴۲۸: اگر کسی شخص سے روپیہ اس واسطے لیا گیا ہو کہ تجارت کریں گے اور وہ روپیہ تجارت میں لینے والے نے نہیں لگایا بلکہ اپنے کام میں صرف کرلیا گیا، سال تمام میں لینے والا اس کو کچھ روپیہ دیدے کہ یہ نفع کی بابت ہے اور روپیہ والے کو اس کی خبر نہ ہو تو وہ نفع کی بابت روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بے خبری میں معذور ہے لیکن خبر ہونے کی صورت میں لینا جائز نہیں اور جس نے یہ دھوکہ دیا ہے اس کو ہر حال میں گناہ ہوا، اور اس کو اس کا نفع حلال نہیں، اور وہ مقروض ہے، مال والے کا روپیہ واپس کرنا اس کو واجب ہے۔ ۱۲/ شعبان ۱۳۳۱ھ

سوال نمبر ۴۲۹: روپیہ جس شخص نے لیا ہے اس کو اس طور سے منافع دینا جائز ہے یا نہیں کہ

تجارت میں تو لگایا نہیں اور اپنے کام میں لگا کر بدوں نفع ہوئے اپنے پاس سے نفع دیوے۔

الجواب: اس طرح دینا سود ہے کیونکہ وہ روپیہ کام میں لگانے سے قرض ہو گیا باقی خود بلا اطلاع ایسا تصرف حرام ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔(امداد الفتاوی ۳/۴۲۱)

قال الامام النسفی رحمه الله تعالیٰ: كتاب المضاربة هی شركة بمال من جانب و عمل من جانب و المضارب أمين و بالتصرف وكيل و بالربح شريک و بالفساد أجير و بالخلاف غاصب (البحر الرائق ٢٦٣/٧)

قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ: (كتاب المضاربة (هی).... (عقد شركة فی الربح بمال من جانب) رب المال (و عمل من جانب) المضارب (و ركنها الايجاب و القبول و حكمها) انواع لأنها (ايداع ابتداء) و من حيل الضمان أن يقرضه المال الا درهما ثم يعقد شركة عنان بالدرهم و بما أقرضه على أن يعملا و الربح بينهما ثم يعمل المستقرض فقط فان هلک فالقرض عليه (و توكيل مع العمل) لتصرفه بأمره (و شركة ان ربح و غصب ان خالف و ان أجاز) رب المال (بعده) لصيرورته غاصبا بالمخالفة(الشامية ٦٤٥/٥،٦٤٦)

و قال العلامة الرافعی رحمه الله تعالیٰ: (قول المصنف: ايداع ابتداء) أی فقط فلا ينافی أنها كذلک بقاء و المراد بالايداع الأمانة و يدل عليه قول الكنز و المضارب أمين و بالتصرف الخ لا حقيقة الايداع (التقريرات ٢٤٠، الشامية:٥)

و قال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالیٰ : (لا) يملک (المضاربة) و الشركة و الخلط بمال نفسه (الا باذن أو اعمل برأيک) اذ الشیء لا يضمن مثله (و) لا (الاقراض و الاستدانة و ان قيل له ذلک) أی اعمل برأيک لأنهما ليسا من صنيع التجار فلم يدخلا فی التعميم (ما لم ينص) المالک (عليهما) فيملكهما و ان استدان كانت شركة وجوه و حينئذ (فلو اشترى بمال المضاربة ثوبا و قصر بالماء أو حمل) متاع المضاربة (بماله و) قد (قيل له ذلک فهو متطوع) لأنه لا يملک الاستدانة بهذه المقالة.(الشامية ٦٤٩/٥، ٦٥٠)

(۲) مضارب نے خیانت اور غصب کے بعد اس سرمایہ سے کمائی کی۔

اس کا حکم یہ ہے کہ یہ ساری کمائی ارباح فاسدہ میں داخل اور حرام ہے، مضارب پر واجب ہے کہ اصل سرمایہ کے ساتھ یہ پوری کمائی بھی رب المال کو واپس کردے۔ رب المال کے لیے اصل سرمایہ کے ساتھ اس کمائی اور نفع کا لینا اور استعمال کرنا جائز اور حلال ہے۔

(وهذا الخبث يعمل فيما يتعين) وهو الكر لا فيما لا يتعين كالألف مثلا فيكون سبيله التصدق في رواية ويرده عليه في رواية أخرى وهي الأصح لأن الخبث لحق الأصيل لا لحق الشرع فيرده إليه ليصل إلى حقه لأن الحق له وهذا يفيد أنه يطيب له فقيرا كان أو غنيا وفيه روايتان والأوجه طيبه له وإن كان غنيا لما ذكرنا من أن الحق له إلا أنه استحباب لا جبر لأن الملك للكفيل .واعلم أنه تكرر في هذه المسألة مقابلة الاستحباب بالحكم فقال أولا أحب إلى أن يرده ولا يجب في الحكم : أي في القضاء .وثانيا لكنه استحباب لا جبر : يعني لا يجبره الحاكم على ذلك فإذا كان المراد بالاستحباب ما يقابل جبر القاضي يكون المعنى لا يجبره القاضي ولكن يفعله هو ولا يلزم من عدم جبر القاضي عدم الوجوب فيما بينه وبين الله تعالى إذ قد عرف أن المراد بالاستحباب عدم جبر القاضي عليه فجاز أن يكون واجبا فيما بينه وبين الله تعالى وهو مستحب في القضاء غير مجبور عليه والعبارة المنقولة عن فخر الإسلام في وجه قول أبي حنيفة وهو الاستحسان .قال : ووجه الاستحسان أن ما قبضه الكفيل مملوك له ملكا فاسدا من وجه فإن للأصيل استرداده حال قيام الكفالة بقضائه بنفسه واسترداد المقبوض حال قيام العقد حكم ملك فاسد كما في البيع الفاسد وإنما قلنا : حال قيام الكفالة لأن الكفالة لا تبطل بأداء الأصيل ولكن تنتهي كما لو أدى الكفيل بنفسه فكان المقبوض ملكا فاسدا من وجه صحيحا من وجه ولو كان فاسدا من كل وجه بأن اشترى مكيلا أو موزونا ملكا فاسدا وربح فيه يجب التصدق بالربح أو الرد على المالك لأن الخبث كان لحقه فيزول بالرد عليه

كالغاصب إذا أجر المغصوب ثم رده فإن الأجر له يتصدق به أو يرده على المغصوب منه فكذا في الملك الفاسد من كل وجه .ولو كان الملك صحيحا من كل وجه لا يجب التصدق بالربح ولا رده فإذا فسد من وجه وصح من وجه يجب التصدق أو الرد على الأصيل عملا بالشبهين بقدر الإمكان ظاهرة في وجوب رده فيما بينه وبين الله تعالى أو التصدق به غير أنه ترجح الرد هذا كله إذا أعطاه على وجه القضاء فلو أعطاه على وجه الرسالة إلى الطالب فتصرف وربح صار محمد مع أبي حنيفة في أنه لا يطيب له الربح وطاب له عند أبي يوسف لما عرف فيمن غصب من إنسان مالا وربح فيه يتصدق بالفضل في قولهما لأنه استفاده من أصل خبيث ويطيب له في قول أبي يوسف مستدلا بحديث "الخراج بالضمان" .(فتح القدير ٧ / ١٩٦، ١٩٧، ط: رشيديه ، كوئٹه)

﴿متبادل﴾

ہر رب المال سے صراحۃً اقراض کی اجازت لی جائے۔

و قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالیٰ : (لا) يملك (المضاربة) و الشركة و الخلط بمال نفسه (الا باذن أو اعمل برأيك) اذ الشيء لا يضمن مثله (و) لا (الاقراض و الاستدانة و ان قيل له ذلك) أي اعمل برأيك لأنهما ليسا من صنيع التجار فلم يدخلا في التعميم (ما لم ينص) المالك (عليهما) فيملكهما و ان استدان كانت شركة وجوه و حينئذ (فلو اشترى بمال المضاربة ثوبا و قصر بالماء أو حمل) متاع المضاربة (بماله و) قد (قيل له ذلك فهو متطوع) لأنه لا يملك الاستدانة بهذه المقالة(الشامية ٥ / ٦٤٩، ٦٥٠)

﴿ناجائز امر نمبر ۹﴾

مضارب کے لیے اصل سرمایہ سے زیادہ قرض لے کر کاروبار کرنا شرعاً جائز نہیں، جبکہ مروجہ کئی تجارتی ادارے اصل سرمایہ سے زیادہ سامان ادھار پر لے کر کاروبار کرتے ہیں۔

﴿متبادل﴾

اگر ارباب الاموال کو مسئلہ سمجھا دیا جائے کہ نقصان کی صورت میں اس ادھار کا نفع بھی تم کو ملے گا اور نقصان بھی تم پر ہی پڑے گا تو پھر یہ جائز ہے اگر صراحۃً اجازت لی جائے۔

﴿دوسری بات کی تفصیل﴾

عقدِ شرکت اور مضاربت کے صحیح ہونے کے بعد شرکت کے جواز کے لیے درج ذیل امور کا اطمینان اور یقین حاصل کرنا بھی ضروری ہے ورنہ رقم لگانا ناجائز ہوگا۔

(۱) کمپنی عوام سے جو رقوم لے رہی ہے وہ واقعۃً کسی حقیقی کاروبار میں بھی لگا رہی ہو۔

(۲) وہ کاروبار جائز بھی ہو۔

(۳) روزمرہ کے خرید وفروخت کے معاملات بھی شریعت کے مطابق ہوں۔

(۴) نفع کی تقسیم کا طریقہ کار بھی شریعت کے مطابق درست ہو۔

چنانچہ جامعۃ الرشید کے دارالافتاء سے ایک تحریر اس طرح کی بعض کمپنیوں سے متعلق "۲۳/فروری ۲۰۱۲ء" کے ضربِ مؤمن میں شائع ہوئی ہے، اس کے آخر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے: "دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے بھی مندرجہ بالا تحریر کے مطابق فتاویٰ جاری ہوئے ہیں"۔

گویا یہ تحریر جامعۃ الرشید اور دارالعلوم کراچی کی متفق علیہ ہے، اس تحریر میں ہے:

"محض مضاربت نامہ اور شراکت نامے کے صحیح ہونے سے کسی متعین کمپنی یا اس کے کسی متعین کاروبار کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ یہ اطمینان نہ ہو کہ کمپنی عوام سے جو رقوم لے رہی ہے وہ کسی جائز کاروبار میں بھی لگا رہی ہے، روزمرہ کے معاملات شریعت کے مطابق انجام دیتی ہے اور نفع کے تقسیم کا طریقہ کار بھی شریعت کے مطابق ہے، یہ سب باتیں معلوم کرنے کے لیے کمپنی کا مکمل جائزہ لیا جانا ضروری ہے"۔ انتہی۔

ان امور کا اطمینان اور یقین اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ ہر شخص خود یا ایسے مستند مفتیانِ کرام جن کی کمپنی کے ساتھ کسی قسم کی کوئی مصلحت وابستہ نہیں ہے، میں سے کوئی ایک یا دو مفتیانِ کرام اور متدین تجار میں سے کم از کم دو تاجر، ان کے پورے سرمایہ کے مطابق کاروبار کا مشاہدہ کر کے اور جائزہ لے کر اظہارِ اطمینان کرلیں، صرف جزوی کاروبار دکھانے اور بتانے سے اس کا اطمینان اور یقین ہرگز نہیں ہوسکتا کہ پورا سرمایہ حقیقی کاروبار میں لگا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ آج کل کیپ ایبل ایشیا سمیت اس جیسی دیگر جتنی بھی کمپنیاں ہیں اولاً تو اپنا کل سرمایہ بتاتی ہی نہیں بلکہ پوچھنے پر ناراض ہوتے ہیں اور نہ کاروبار کی وضاحت کرتی ہیں اور اگر کبھی بعض مصالح کی وجہ سے کاروبار کی وضاحت کر بھی دیں تو وضاحت مبہم مجمل غیر واضح اور ناقابل اطمینان ہوتی ہے چہ جائیکہ کسی مستند دارالافتاء سے شرعاً اپنے مکمل کاروبار کے جواز کی سند حاصل کریں۔ جیسے جامعۃ الرشید کی ایک تحریر جو ضرب مؤمن میں شائع ہوئی ہے، سے واضح ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''کمپنی کے لوگوں نے ہم سے درخواست کی تھی مگر پھر وہ درخواست واپس لے لی اس لیے اگر کمپنی سے وابستہ کچھ لوگ ہماری طرف جواز کے فتوی یا کمپنی کی شرعی نگرانی کی نسبت کر رہے ہیں تو وہ خلافِ واقعہ ہے۔''

لہٰذا جب تک کاروبار سرمائے کے مطابق دکھا کر اطمینان نہیں کرایا جاتا تو اس کے جواز کا فتوی نہیں دیا جاسکتا ہے۔

روزمرہ کے معاملات کے اطمینان کے لیے تو طویل وقت چاہیے کہ محقق مفتیانِ کرام کے سامنے حقیقی خرید وفروخت کے سارے معاملات پیش کریں بلکہ ان سے وقت لے کر ان کو یہ معاملات عملاً دکھائیں کہ ہم اس اس طرح فلاں چیز خریدتے اور اس اس طرح بیچتے ہیں، کم از کم سرمائے کے مطابق گزشتہ تین ماہ کے خرید وفروخت کے اصلی کاغذات (ڈاکومنٹ) دکھائیں۔

نیز معاہدے کے مطابق تقسیمِ منافع کا عملی ثبوت پیش کریں کہ واقعۃً یہ حقیقی منافع ہی ہیں جو ہم تقسیم

کرر ہے ہیں۔

اس جیسی کمپنیوں سے متعلق تین چار سال تحقیقات اور وضاحتیں حاصل کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ سب پونزی اسکیم کا حصہ ہیں جس میں حقیقی کاروبار یا تو ہوتا ہی نہیں اور اگر ہوتا ہے تو وہ بھی برائے نام۔ اس اسکیم میں جو سرمایہ لیا جاتا ہے اسی میں سے مقررہ مدت میں نفع کے عنوان سے کچھ نہ کچھ تقسیم کیا جاتا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک نئے سرمایہ دار سرمایہ کاری کے نام پر اپنے خون پسینے کی کمائی ان کے حوالے کرتے رہیں تجربہ شاہد ہے کہ جب سرمایہ کاری بند ہوتی ہے تو یہ کمپنیاں خود بخود دفنا ہو جاتی ہیں اور لوگوں کے لیے سوائے کفِ افسوس ملنے کے کچھ باقی نہیں رہتا۔

پونزی اسکیم کی مختصر وضاحت اسی کتاب ''مروجہ تجارتی کمپنیاں اور اسلامی شرکت ومضاربت'' کے آخر میں اور تفصیل درج ذیل ویب سائٹس پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

http://en.wikipedia.org/wiki/Ponzi_scheme

http://en.wikipedia.org/wiki/Charles_Ponzi

http://en.wikipedia.org/wiki/List_of_Ponzi_schemes

http://en.wikipedia.org/wiki/Double_Shah

الحاصل: کیپ ایبل ایشیا، ڈبل شاہ وغیرہ کمپنیوں کا حکم یہ ہے کہ جب تک ان میں ان دو باتوں کی اصلاح نہ کروائی جائے، ان میں رقم لگانا، ناجائز اور منافع کے نام سے رقم لینا حرام ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین آمنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم. [النساء:۲۹]

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق (یعنی غیر مباح) طور پر مت کھاؤ لیکن (مباح طور پر ہو مثلاً) کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے واقع ہو (بشرطیکہ اس میں اور بھی شرائطِ

شرعیہ ہوں) تو مضائقہ نہیں‘‘۔اور آپ ﷺ نے تو مشتبہ اور مشکوک چیزوں سے بھی منع فرمایا ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

و عن النعمان بن بشير قال: قال رسول الله ﷺ: الحلال بين و الحرام بين و بينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه و عرضه و من وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه ألا و إن لكل ملك حمى ألا و إن حمى الله محارمه ألا و إن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله و إذا فسدت فسد الجسد كله ألا و هي القلب. متفق عليه. (مشكوة المصابيح ٢٤١)

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک ومحفوظ کر دیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کے نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہے گا اور نہ کوئی اس پر طعن وتشنیع کرے گا) اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہوگیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں، جان لو! ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے، اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزیں ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے (یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے) تو (اعمال خیر اور حسن اخلاق واحوال کی وجہ سے) پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے‘‘۔

تنبیہ نمبر ۱ : آج کل کی مروجہ تقریباً تمام کمپنیوں کے ذمہ داران سے جب ان کے کل سرمایہ اور اس کے ساتھ اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کی نسبت کے متعلق پوچھا جاتا ہے تو کمپنی مالکان

یہ جواب دیتے ہیں کہ ان چیزوں سے متعلق تحقیق اور پوچھنے کا نہ آپ کو حق حاصل ہے اور نہ ہی ہمارے ذمہ اس کا بتلانا ضروری ہے، بلکہ یہ بزنس کے اصول کے خلاف ہے۔

کمپنی کے ذمہ داران کا یہ کہنا خلافِ شرع اور باطل ہے، کیونکہ نفع اور نقصان کی تقسیم کے لیے کل سرمایہ کا اور اس کے ساتھ ہر شریک کی جو نسبت ہے اس کا معلوم ہونا ضروری ہے اور یہ علم جس طرح شریکِ عمیل (کام کرنے والے) کے لیے ضروری ہے اسی طرح شریکِ غیر عمیل (کام نہ کرنے والے) کے لیے بھی ضروری ہے تاکہ نفع اور نقصان دونوں کی تفصیل اس کے سامنے ہو اور مستقبل میں کسی قسم کے نزاع اور جھگڑے کا اندیشہ نہ رہے۔

نیز چونکہ یہ عقود معاملات کے قبیل سے ہیں، جس میں "تعاملوا کالأجانب" کو پیشِ نظر رکھ کر ایسا صاف اور واضح معاملہ ہونا چاہیے جس میں کسی قسم کے نزاع کا اندیشہ نہ رہے۔ لہٰذا بعض کا یہ کہنا کہ "ہمیں اپنے شریک وعمیل پر اعتماد اور بھروسہ ہے، اس لیے کل سرمایہ کا علم ہمارے لیے ضروری نہیں" چنداں مفید نہیں کیونکہ عقودِ مالیہ میں اگر فقط باہمی اعتماد اور بھروسہ ہی کافی ہوتا تو کتابت اور حضورِ شاہدانِ عدل منصوص نہ ہوتا، بلکہ مبسوط کی عبارت کے پیشِ نظر تو یہ بھی ضروری ہے کہ صرف زبانی بتانے پر اکتفا کے بجائے تحریر میں سرمایہ کی پوری تفصیل لائی جائے تاکہ بوقتِ نزاع اس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

مزید برآں وہ مضارب جو شریکِ عمیل بھی ہے، پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنا لگایا ہوا سرمایہ بھی دوسرے شرکاء کو یقینی بنیادوں پر بتلائے۔

لہٰذا ان مضاربین پر لازم ہے کہ وہ اپنے ذاتی سرمائے کی مقدار بھی دوسرے شرکاء کو بتائیں، اگر زبانی مقدار بتانے سے کسی کو اطمینان نہ ہو رہا ہو تو اس پر گواہ پیش کر کے ان کو یقین دہانی کرائیں جیسا کہ آخر میں پیش کردہ بدائع الصنائع، فتح القدیر اور شامیہ کی عبارت میں مصرح ہے۔

قال العلامة السرخسي رحمه الله تعالى : ثم يبين مقدار رأس مال كل

واحد منهما ؛ لأن عند القسمة لا بد من تحصيل رأس مال كل واحد منهما ليظهر الربح فلا بد من إعلام ذلک في كتاب الشركة ليرجعا إليه عند المنازعة .(المبسوط ١١/١٦٨،ط:رشيديه)

قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى :و أما العلم بمقدار رأس المال وقت العقد فليس بشرط لجواز الشركة بالأموال عندنا و عند الشافعي رحمه الله شرط وجه قوله : إن جهالة قدر رأس المال تؤدى إلى جهالة الربح و العلم بمقدار الربح شرط جواز هذا العقد فكان العلم بمقدار رأس المال شرطا ولنا: أن الجهالة لا تمنع جواز العقد لعينها بل لإفضائها إلى المنازعة و جهالة رأس المال وقت العقد لا تفضى إلى المنازعة لأنه يعلم مقداره ظاهرا و غالبا لأن الدراهم و الدنانير توزنان وقت الشراء فيعلم مقدارها فلا يؤدى إلى جهالة مقدار الربح وقت القسمة .(بدائع الصنائع ٥/٨٤،ط:رشيديه جديد)

اس عبارت کے تحت حضرت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: خط کشیدہ جملے سے صاف واضح ہے کہ پورے رأس المال کا معلوم ہونا نفع کی تقسیم کے وقت ضروری ہے تاکہ اس کے مطابق طے شدہ شرح سے نفع تقسیم کیا جاسکے۔(غیر سودی بینکاری : ۳۲۵)

قال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالى :لو دفع إلى رجل ألفا وقال : أخرج مثلها واشتر بها وبع فما ربحت فهو بيننا ففعل صح إلا أنه لا بد أن يقيم البينة أنه فعل .(فتح القدير ٦/١٥٧،ط:رشيديه)

قال ملک العلماء الكاساني رحمه الله تعالى : لو دفع إلى رجل ألف درهم فقال له اخرج مثلها و اشتر بهما و بع فما ربحت يكون بيننا فأقام المأمور البينة إنه فعل ذلک جاز.(بدائع الصنائع ٥/٧٩،ط:رشيديه جديد)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : لو دفع إلى رجل ألفا وقال أخرج مثلها واشتر بها والحاصل بيننا أنصافا ولم يكن المال حاضرا وقت الشركة فبرهن المأمور على أنه فعل ذلک وأحضر المال وقت الشراء جاز

بحر عن البزازية ومثله في الفتح وغيره لكن نقل في البحر أيضا عن القنية ما يفيد فسادها بالافتراق بلا دفع ثم انعقادها وقت حضور المال .

(الشامية ٦/٤٧٧،ط:رشيديه)

تنبیہ نمبر۲: واضح رہے کہ مذکورہ بالا شرعی مفاسد آج کل اس قسم کی مروجہ تقریباً تمام ہی کمپنیوں میں پائے جاتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی نام سے کاروبار کریں محض نام کی تبدیلی سے کاروبار حلال نہیں ہو جاتا۔ جب تک کاروبار کے مجموعی ڈھانچے کو شرعی بنیادوں پر کھڑا نہ کر دیا جائے۔

درج ذیل کمپنیاں بھی اب تک ہماری معلومات کے مطابق پونزی اسکیم کا حصہ ہیں اور ان میں بھی شرکت ناجائز اور منافع حرام ہیں۔

(۱) ایم ایم قریشی (۲) الیگز گروپ آف کمپنیز (۳) ڈبل شاہ
(۴) شفیق کیبل مرچنٹ (۵) آصف جاوید ٹریڈنگ کمپنی (۶) شفیق انٹر پرائز
(۷) پاک ویز (۸) الحاشر مضاربہ کمپنی (۹) الغفار ایسوسی ایشن
(۱۰) البرکۃ مضاربہ کمپنی (۱۱) حبیب کارپوریشن (۱۲) ایف جی انڈسٹریز
(۱۳) میزبان ٹریڈنگ کمپنی (۱۴) اسپیڈکس (۱۵) المسلم ٹریڈنگ کمپنی
(۱۶) گلوبل (۱۷) مسیحا انٹر پرائز (۱۸) پاک ٹی
(۱۹) کیبل ورکس (۲۰) سینٹری گوجرانوالہ (۲۱) الحسین آٹوز
(۲۲) ماربل ایکسپورٹ (۲۳) جوسز لمیٹڈ (۲۴) گرین سوئیز کارپوریشن
(۲۵) ایل ایم سی ٹریڈرز پرائیویٹ لمیٹڈ

لہٰذا یہ اور ان جیسی دیگر نوزائیدہ کوئی کمپنی یہ دعویٰ کرے کہ عدمِ جواز کا فتویٰ ہم سے متعلق نہیں تو یہ

دعویٰ اس وقت قبول کیا جائے جب یہ لوگ مستند اور ماہر مفتیانِ کرام سے اپنے کاروبار کے مکمل طریقہ کار کے جواز کا فتویٰ دکھائیں۔

﴿مروجہ کمپنیوں کے کمیشن ایجنٹس کے کمیشن کا شرعی حکم﴾

السوال

مضاربہ اور شرکت کے نام سے جو کمپنیاں ہر ماہ لوگوں سے لاکھوں کروڑوں روپے لیتی ہیں ایسی کمپنیوں کا ایجنٹ بن کر لوگوں کو ان میں رقوم لگانے کے لیے تیار کرنا اور رقوم کے تناسب سے کمپنی سے کمیشن کے عنوان سے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب باسم ملهم الصواب

اس کی یہ اجرت دو وجہ سے ناجائز اور حرام ہے:

(ا) یہاں معقود علیہ (یعنی وہ عمل جس پر کمپنی اجرت دیتی ہے) دوسروں سے رقم نکلوانا ہے اور یہ ایسا عمل ہے جس پر اجیر قادر بقدرۃ الغیر ہے جو بحکم عجز عن العمل ہے اور ایسے عمل پر اجارہ فاسد اور باطل ہوتا ہے لہٰذا یہ اجارہ فاسد اور باطل ہے۔

چنانچہ حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی، عنوان ''سوال مثل بالا'' (کمیشن پر چندہ کرنا جائز نہیں) کے تحت ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :

> ''قفیز طحان اجارۂ فاسدہ ہے اور کمیشن پر چندہ کا معاملہ اجارہ باطلہ ہے، بصورتِ حصہ مقررہ اس کی اجرت حرام ہے'' ...... اور ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں :...... ''عجز عن العمل، اجیر کو چندہ وصول کرنے پر قدرت نہیں جب تک کوئی دے گا نہیں یہ وصول نہیں کر سکتا، اور قدرت بقدرتِ غیر بحکم عجز ہے، یہ اجارہ باطلہ ہے اس لیے چندہ لانے والے کے لیے اس کی اجرت بصورتِ حصہ مقررہ حلال نہیں''۔
>
> (احسن الفتاویٰ ۷/ ۲۷۷، ط: ایچ ایم سعید)

اگر کوئی یہ کہے کہ یہاں معقود علیہ ترغیب دینے کی خدمت ہے نہ کہ رقم نکلوانا تو یہ بھی جہالت کی وجہ سے درست نہیں کیونکہ اس میں یہ جہالت ہے کہ ترغیب دینے کی خدمت کی مدت روزانہ کتنے گھنٹے ہے؟ نیز اجرت کو ترغیب سے حاصل شدہ رقم کے اعتبار سے مقرر کرنا بھی جہالت کی وجہ سے درست نہیں۔

ان دونوں باتوں کی وضاحت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ تعالی کے درج ذیل اُس فتویٰ میں ملاحظہ ہو جو کمیشن پر چندہ سے متعلق ہے:

"یہ مسئلہ کتاب الاجارہ کا ہے، اجارہ کی تعریف یہ ہے :هي تمليك نفع مقصود من العين بعوض اهـ.(در مختار ۵/۲)

"كل ما صلح ثمناً : اى بدلا في البيع صلح أجرة ؛ لأنها ثمن المنفعة ولا ينعكس كلياً، فلا يقال : مالا يجوز ثمناً لا يجوز أجرة،لجواز اجارة المنفعة بالمنفعة اذا اختلف اهـ.(در مختار ۵/۳)

جس طرح بیع میں مبیع وثمن کا معلوم ہونا ضروری ہے، اسی طرح اجارہ میں منفعت واجر کا معلوم ہونا ضروری ہے :

"وشرطها كون الاجرة والمنفعة معلومتين؛ لأن جهالتهما تفضي الى المنازعة،اهـ."در مختار."الكلام فيهما وفي صفتهما كالكلام فيهما في البيع اهـ"(شامی ۵/۳)

منفعت معلوم ہونے کی صورت مثلاً یہ کہ قلی سے کہا جائے کہ یہ سامان فلاں جگہ پہنچا دو، یا مثلاً معمار سے کہا جائے کہ اتنے گز طویل اور عریض دیوار تعمیر کر دو، یا مثلاً سقے سے کہا جائے کہ مشک میں پانی لے کر مسجد کے حمام میں بھر دو، یا مثلاً یہ مکان ایک ماہ سکونت کے لیے دے دو، وغیرہ وغیرہ

"ويعلم النفع ببيان المدة كالسكنى والزراعة مدة كذا ،والعمل

کالصیاغة والصبغ والخیاطة، ویعلم أیضاً بالاشارة کنقل هذا الطعام الی کذا اهـ

(در مختار ۵/۴)

جوشرط اقتضائے عقد کے خلاف ہو، اس سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے، جیسے بیع فاسد ہوجاتی ہے مبیع یا ثمن کے مجہول ہونے سے، اسی طرح اجارہ فاسد ہوجاتا ہے اجرت یا ماجور کے مجہول ہونے سے۔

"تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضی العقد، فکل ما أفسد البیع، یفسدها کجهالة مأجور أو أجرة، اهـ (در مختار ۵/۲۹)

بیع ایسی چیز کی درست نہیں جس کو مشتری کے سپرد کرنے کی قدرت نہ ہو، جیسے ہوا میں اڑنے والا پرندہ، یا جنگل میں چرنے والا ہرن، یا دریا میں مچھلی الّا یہ کہ ان کو پکڑ کر قابو میں کرلے۔ اسی طرح ایسی چیز کو ثمن قرار دینا ہی درست نہیں جس کے تسلیم پر قدرت نہ ہو، یہی حال اجارہ کا ہے۔ ایسی منفعت کا اجارہ درست نہیں جس پر اجیر کو قدرت نہ ہو اور ایسی چیز کو اجرت قرار دینا درست نہیں جس پر مستأجر کو قدرت نہ ہو۔

نیز جو چیز اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی اس کو اجرت قرار دینا بھی درست نہیں۔

"استأجر بغلاً لیحمل طعامه ببعضه، أو ثوراً لیطحن بره ببعض دقیقة، فسد فی الکل، اهـ (درمختار) "لأنه استاجره بجزء من عمله : أی ببعض ما یخرج من عمله، والقدرة علی التسلیم شرط وهو لا یقدر بنفسه. زیلعی اهـ (شامی ۵/۳۶)

سفیر کا کام اگر روپیہ وصول کرکے لانا تجویز کیا جائے تو یہ اجارہ درست نہ ہوگا، کیونکہ یہ کام اس کے اختیار اور قابو سے باہر ہے، اس کو قدرت نہیں کہ وہ لوگوں کی جیب سے روپیہ نکال کرلے آئے:

"لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منه". الحدیث.

اس کو روپیہ ملنا اربابِ اموال کے دینے پر موقوف ہے تو یہاں اجارہ ایسے عمل پر ہے جو اجیر کے اختیار سے خارج ہے، اس کے اختیار میں لوگوں کے

پاس جانا اور مدرسہ کی ضروریات بتا کر چندہ کی ترغیب دینا ہے، مگر اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں کہ کتنے گھنٹے روزانہ لوگوں کے پاس جانا ہے، للہذا یہ منفعت بھی مجہول ہے، اور اجرت ایسی چیز کو قرار دیا جائے گا جو اجیر کے عمل سے حاصل ہوگی، وقتِ معاملہ وہ معدوم ہے، مستاجر کے پاس نہیں، اس کو تسلیم کرنے پر مستاجر کو قدرت نہیں۔ یہ بھی معلوم ومتعین نہیں کہ کتنا چندہ سفیر کی ترغیب سے حاصل ہوگا، اس لیے اس کا نصف معلوم ومتعین نہیں۔ پس اجرت وماجور دونوں مجہول ہیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ تھوڑے وقت میں زیادہ روپیہ وصول ہو جائے اور سفیر زیادہ رقم کا مستحق قرار پائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ زیادہ وقت اور محنت میں بھی تھوڑا روپیہ ملے، یا بالکل نہ ملے اور سفیر تھوڑی رقم کا حق دار قرار پائے، یا بالکل ہی محروم رہے، اس کا نتیجہ بھی معلوم۔

جن صاحب نے کمیشن کا مشورہ دیا ہے ان کو یہ تحریر دکھا کر مکرر مشورہ کر کے مجھے بھی مطلع کر دیں، تا کہ مجھے بھی مکرر غور کرنے کا موقع ملے۔ اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم دے۔ فقط والسلام..........حررہ العبد محمود گنگوہی، جنوبی افریقہ ۵/۶/۱۴۱۰ھ" (فتاویٰ محمودیہ ۱۶/ ۶۲۵ تا ۶۲۸، ط: ادارۃ الفاروق)

(۲) اگر معقود علیہ ایسی چیز کو بھی بنایا جائے جو شرعاً درست ہو تو بھی ان کمپنیوں کا وکیل بالاجرۃ اور ایجنٹ بننا اور اس کے لیے لوگوں کو تیار کرنا اور ان سے اجرت لینا ناجائز اور حرام ہوگا کیونکہ مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان کا کاروبار اور آمدنی ناجائز اور حرام ہے۔ اور ایسی کمپنیوں کے ساتھ آیت "ولا تعاونوا على الاثم والعدوان" کے پیش نظر کسی قسم کی معاونت جائز نہیں، بلکہ آیت "وتعاونوا على البر والتقوى" کے پیش نظر ان ایجنٹوں اور وکلاء پر لازم ہے کہ لوگوں کو (بجائے تیار کرنے کے) صاف بتائیں کہ ان کمپنی کا کاروبار برائے نام اور نفع کے نام سے جو دیں گے وہ حرام ہوگا، للہذا اس میں رقم جمع نہ کرائیں۔

﴿مضاربہ نامہ﴾

﴿مضاربہ کے بنیادی اصول﴾

مضاربہ فارم پُر کرنے سے پہلے درج ذیل اصول پیش نظر رہیں تا کہ مضاربہ شرعی بنیادوں پر ہو سکے۔

(۱) مضاربت میں ایک فریق مال لگاتا ہے، دوسرا عمل کرتا ہے، مال دینے والے کورب المال اور عمل کرنے والے کومضارب کہا جاتا ہے۔

(۲) صحتِ مضاربت کے لیے ضروری ہے کہ دونوں کا حصہ حاصل شدہ نفع میں فیصد کے اعتبار سے مقرر ہو، نہ کہ رأس المال کی نسبت سے، کسی کے لیے سرمایہ کے تناسب سے نفع طے کرنا کہ کل سرمایہ کا اتنا فیصد نفع ملے گا جائز نہیں۔

(۳) مضارب کاروبار میں مال خرچ کرنے کا وکیل ہوتا ہے لہٰذا رب المال (مؤکل) کے ساتھ طے شدہ شرائط پر عمل کرنا اس پر لازم اور ضروری ہوگا، اور اگر اس نے ان شرائط کی مخالفت کی تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

مضاربتِ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ نفع ونقصان سارا کا سارا رب المال کا ہوگا اور مضارب کو اجر مثل ملے گا، بشرطیکہ وہ اجر مثل باہم طے شدہ تناسبی نفع سے زیادہ نہ ہو، اگر اجرِ مثل باہم طے شدہ تناسبی نفع سے زیادہ بن رہا ہو تو نفع ہی ملے گا نہ کہ اجر مثل، اور نقصان کی صورت میں صرف اجرِ مثل ملے گا۔

(۴) مضارب کے لیے طے شدہ نفع کے علاوہ کسی عمل کی اجرت لینا جائز نہیں۔

(۵) کام صرف مضارب کرے گا، رب المال کے لیے اس کے ساتھ مل کام کرنے کی شرط لگانا جائز نہیں، البتہ تبرعاً اور مفت مضارب کی اجازت سے کام کر سکتا ہے۔

(۶) اگر مضارب کی کوتاہی یا تعدی کے بغیر سرمایہ کلی یا جزوی طور پر ضائع ہو جائے یا کاروبار میں نقصان ہو گیا تو مضارب اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا، البتہ اگر اس کی کوتاہی یا تعدی سے یہ صورتیں پیش

آجائیں تو مضارب ضامن ہوگا۔

(۷) سرمایہ کاروبار میں خرچ کرنے سے پہلے مضارب کے ہاتھ میں امانت ہوتا ہے اور امانت کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ جس کاروبار کے لیے سرمایہ لیا گیا ہے اسی میں خرچ کیا جائے اگر مضارب نے اس سے ہٹ کر کسی دوسرے کاروبار یا ذاتی کام وغیرہ میں لگا دیا تو غاصب سمجھا جائے گا اور سرمایہ کا ضامن ہوگا اور اس مال کے نفع اور نقصان کا تعلق اب مضارب ہی سے ہوگا، رب المال کے ساتھ نہ ہوگا، لہٰذا نقصان کی صورت میں سارا نقصان مضارب کا ہوگا اور نفع بھی اسی کا ہوگا البتہ غصب کی وجہ سے یہ منافع حرام ہیں، اس لیے نفع کی صورت میں مضارب پر لازم ہے کہ اصل سرمایہ کے ساتھ ان تمام منافع کو بھی رب المال کے حوالے کردے۔

اگر مضارب نے سرمایہ کسی کاروبار میں نہیں لگایا بلکہ اس سے اپنے قرضے اور دیون ادا کیے جس کے نتیجے میں نفع کچھ بھی حاصل نہ ہوا پھر بھی وہ رب المال کو ہر ماہ نفع کے نام سے کچھ دیتا رہا تو رب المال کے لیے یہ نفع حلال نہیں، اگر لیا تو مضارب کو واپس کرنا واجب ہے، البتہ اگر مضارب کی خیانت کا اسے علم نہیں تو معذور ہے۔

(۸) مضاربت میں سرمایہ کا عین ہونا ضروری ہے، اگر کل یا بعض سرمایہ منفعت ہو تو مضاربت جائز نہیں، مثلاً دو رب المال ہیں ایک کا سرمایہ نقد اور دوسرے کا سرمایہ دکان کی منفعت ہے ان دونوں نے کسی تیسرے کو مضاربت پر دونوں چیزیں دے دیں تو یہ جائز نہیں۔

(۹) اگر مضارب متعدد افراد سے مضاربت پر سرمایہ وصول کرتا ہے تو اس صورت میں تمام ارباب الاموال کے درمیان شرکت عنان کا معاملہ وجود میں آجاتا ہے لہٰذا ایسا کاروبار شروع ہونے کے بعد اگر کوئی نیا رب المال کاروبار میں شریک ہونا چاہے یا قدیم ارباب الاموال میں سے کوئی مزید سرمایہ لگانا چاہے تو ایسی صورت میں چونکہ قدیم شرکاء کا حصہ عروض اور سامان کی صورت میں ہے اور جدید شرکاء کی طرف سے نقد رقم ہے اس لیے بوقتِ عقد قدیم شرکاء کے منجمد اثاثوں اور سامان تجارت کی بازاری

قیمت لگا کر ان کا سرمایہ متعین کیا جائے گا۔

(۱۰) اگر مضارب کو رب المال نے اپنے سرمایہ سے زیادہ کاروبار کی اجازت نہیں دی پھر بھی اس نے سرمایہ سے زائد کاروبار کیا تو اس زائد کاروبار کا نفع اور نقصان دونوں مضارب ہی کے ہوں گے۔ اگر اجازت دی تو زائد کاروبار میں ان کی آپس میں ایک نئی شرکت وجود میں آجائے گی جس کو اصطلاح میں ''شرکتِ وجوہ'' کہا جاتا ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونوں ضمان کی نسبت سے ہوں گے، لہٰذا اگر زائد کاروبار میں ضمان کی نسبت طے ہوگئی تو زائد کاروبار کا نفع اور نقصان بھی اسی تناسب سے تقسیم ہوگا، اگر اجازت دیتے وقت ضمان کی نسبت طے نہ ہوئی تو دونوں پر ضمان برابر (پچاس پچاس فیصد) آئے گا اور نفع بھی برابر برابر تقسیم ہوگا، خواہ اصل عقدِ مضاربت میں شرح نفع کچھ بھی ہو۔ غرض اس زائد کاروبار کے نفع کا اصل عقد مضاربت کے نفع کے تناسب سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس زائد کاروبار میں اگر نقصان ہوا تو نقصان مضارب پر بھی ضمان کی بقدر آئے گا۔

مثلاً رب المال نے مضارب کو دس لاکھ کا سرمایہ دے کر عقد مضاربت کیا اور شرح نفع رب المال کے لیے تیس فیصد اور مضارب کے لیے ستر فیصد طے ہوئی، اور رب المال نے مضارب کو یہ اجازت بھی دی کہ آپ سرمایہ سے زائد دس لاکھ تک کاروبار کر سکتے ہیں اور اس اضافی دس لاکھ کے کاروبار میں سے چار لاکھ کا ضمان مجھ پر ہوگا اور چھ لاکھ کا ضمان آپ پر اور مضارب اس پر راضی بھی ہوا، تو اس صورت میں اصل کاروبار کے منافع تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور زائد کاروبار کے منافع چالیس اور ساٹھ فیصد کی نسبت سے تقسیم ہوں گے، اور نقصان کی صورت میں اصل عقد مضاربت کا نقصان تو فقط رب المال کے ذمے آئے گا جبکہ اس زائد کاروبار کا نقصان چالیس اور ساٹھ فیصد کے تناسب سے رب المال اور مضارب دونوں پر آئے گا، اسی طرح اگر رب المال نے زائد کاروبار کے پورے ضمان کو اپنے ذمہ لے لیا تو اس زائد کاروبار کا پورا نفع و نقصان دونوں صرف اسی کے ذمہ ہوگا۔ اگر انہوں نے ضمان کی نسبت طے نہیں کی تو اصل عقدِ مضاربت کے منافع تو تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور نقصان فقط رب المال پر آئے گا جبکہ اس زائد کاروبار کے نفع اور

نقصان دونوں برابر برابر ہوں گے۔

نوٹ: عقد مضاربت اور اس شرکت وجوہ دونوں کے سرمایہ کے تناسب کو محفوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ نفع اور نقصان کا ٹھیک ٹھیک تعین ہوسکے۔

(۱۱) رب المال کی صریح اجازت کے بغیر مضارب نہ مالِ مضاربت سے کسی کو قرض دے سکتا ہے اور نہ مضاربت کے کاروبار کے لیے قرض لے سکتا ہے، البتہ اس کی اجازت سے دوسروں کو قرض دے سکتا ہے، اور باجازت قرض لینے میں یہ تفصیل ہے کہ لینے کے بعد اگر رب المال کے حوالہ کردیا تو اس قرض کی ادائیگی اور اس کا نفع ونقصان سب رب المال کے ذمہ ہوگا ورنہ مضارب کے ذمہ ہوگا۔ البتہ اگر رب المال نے قبضہ کے بعد مضارب کو بطور مضاربت واپس دیا تو اس پر مضاربت کے احکام اصول (نمبر۹) کے مطابق جاری ہوں گے۔

(وضاحت) : اس عقد میں رب المال کو فریق اول جبکہ مضارب کو فریق ثانی کہا جائے گا۔

﴿عقد مضاربت شرائط اور تفصیلات﴾

(۱) آج مورخہ.........کو فریق اول مسمی ....ولد.........شناختی کارڈ نمبر.........

ساکن.........نے فریق ثانی مسمی ....ولد.........شناختی کارڈ نمبر.........

ساکن.........کو مبلغ.........پاکستانی روپے بطور مضاربت دیے۔

فریق ثانی (اگر شریک بھی ہے تو اس) کا سرمایہ مبلغ......ہے اور کل کاروبار کا سرمایہ مبلغ......ہے۔

تنبیہ: ہر ماہ کاروبار کے کل سرمایہ کی زیادتی اور کمی اور اس وقت آپ کے حصہ کا تعین منتظم کے دستخط کے ساتھ آپ کو بتایا جائے گا۔

(۲) نفع میں سے.........فیصد رب المال کا اور.........فیصد مضارب کا ہوگا۔

(۳) نقصان کو اولاً نفع سے پورا کیا جائے گا، نفع نہ ہونے یا نقصان سے کم ہونے کی صورت میں اصل سرمایہ سے پورا کیا جائے گا، نیز شق نمبر۱۰ کی تفصیلات کے مطابق فریق اول نے جس قدر ادھار

خریداری کی اجازت دی ہے اس قدر سرمایہ سے زائد نقصان بھی فریق اول کے ذمہ ہوگا۔

(۴) ....سال سے پہلے کسی فریق کو دوسرے فریق کی رضامندی کے بغیر یہ عقد مضاربت ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

(۵) مدت مضاربت ختم ہونے سے قبل باہمی رضامندی سے عقد مضاربت ختم کرنے یا مدت ختم ہونے کے بعد سرمایہ کا تصفیہ کیا جائے گا، جس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں، تصفیہ عملاً وجود میں آنے سے قبل مضاربت برقرار رہے گی، لہٰذا فریق اول کو ان ایام کا نفع بھی ملے گا۔

(الف) فریق اول فریق ثانی کو اپنا حصہ بیچ دے۔

(ب) فریق اول اپنے اثاثے باہمی رضامندی سے کسی تیسرے فریق کو فروخت کردے، اس صورت میں وہ شخص فریق اول کی جگہ رب المال کی حیثیت میں آجائے گا اور اس کے ساتھ معاملہ کی وہی شرائط وتفصیلات ہوں گی جو اس وقت فریق اول مذکور کے ساتھ ہیں۔

(ج) اگر ارباب الاموال کئی ہیں تو فریق اول اپنے اثاثے کسی دوسرے رب المال کو فروخت کرے۔

(د) اگر رب المال ایک ہے تو سرمایہ کے تصفیہ کی مزید دو صورتیں ممکن ہیں :

(۱) فریق اول فریق ثانی کو اتنا وقت دے کہ وہ تمام عروض وسامان کو بیچ کر اس کو نقد کی صورت میں تبدیل کردے، اگر دیون اور قرض ہوں تو وہ بھی وصول کرلے پھر طے شدہ شرح سے اپنا نفع لے کر سرمایہ مع نفع فریق اول کے حوالے کردے۔

(۲) سامان کی بازاری قیمت لگا کر جتنا نفع بنتا ہے مضارب کو طے شدہ نسبت سے نفع دے کر کاروبار اور سامان رب المال خود لے لے۔

تنبیہ: اگر یہ دین اور قرض شہر کے اندر ہیں تو وصولی کا خرچ فریق ثانی (مضارب) پر ہوگا، اور اگر شہر سے باہر ہیں تو مالِ مضاربت سے ادا کیا جائے گا، اور اگر آمد ورفت کا خرچ دین اور قرض سے بڑھ

گیا تو زائد مقدار فریق ثانی کے ذمہ ہوگی۔

(۶) چونکہ فریق اول فریق ثانی کو یہ سرمایہ ایسے کاروبار میں لگانے کے لیے دے رہا ہے جس میں اس کے علاوہ اور بھی متعدد افراد فریق ثانی کو مال دیتے ہیں اس لیے مذکورہ فریق اول کے ساتھ عقد مضاربت ختم ہونے کی وجہ سے اُن ارباب الاموال کا فریق ثانی کے ساتھ عقد مضاربت ختم نہ ہوگا جو اپنے عقود مضاربت ختم نہیں کرنا چاہتے، بلکہ اُن کا معاملہ چلتا رہے گا۔

(۷) متعدد ارباب الاموال کی صورت میں فریق ثانی کو اختیار ہے کہ وہ ہر شریک کے لیے شرح نفع مختلف مقرر کرے۔

(۸) فریق اول فریق ثانی کو یہ سرمایہ ''مضاربہ مطلقہ'' / ''مضاربہ مقیدہ'' کی بنیاد پر دے رہا ہے۔

(۹) فریق ثانی غبن فاحش کے بغیر کاروبار کرنے کا پابند ہے، لہٰذا ایسی خریداری جو غبن فاحش کے ساتھ کی گئی ہو فریق اول پر لازم نہ ہوگی بلکہ خود فریق ثانی کے لیے ہوگی اور اس کا نقصان بھی اسی کے ذمہ ہوگا۔

(۱۰) فریق اول مال مکمل طور پر فریق ثانی کے سپرد کر کے اس کو تصرف کا پورا اختیار دیتا ہے کہ فریق ثانی چاہے اس سے نقد کاروبار کرے یا ادھار، نیز فریق اول فریق ثانی کو کاروبار میں مبلغ ....تک قرض لینے اور مبلغ ....تک قرض دینے کی اور .... مالیت تک ادھار پر خرید و فروخت کی بھی اجازت دیتا ہے، اور اس کا بھی مکمل اختیار دیتا ہے کہ فریق ثانی یہ مال کسی تیسرے فریق کو مضاربت یا شرکت پر دے۔

(۱۱) فریق اول فریق ثانی کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ جس سے چاہے کاروباری معاملات کرے، حتی کہ اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے یا اپنی بالغ و نابالغ اولاد سے بھی خرید و فروخت کرے۔

(١٢) اصول مضاربت کے مطابق مضاربت کے کاروبار پر ہونے والے براہ راست اخراجات (مثلاً اخراجاتِ سفر) مالِ مضاربت سے وصول کیے جائیں گے البتہ بالواسطہ اخراجات (مثلاً علاج معالجہ پر صرف ہونے والے اخراجات) فریق ثانی کے ذمہ ہونگے۔

(١٣) ہر ماہ فریق اول مبلغ .... اور فریق ثانی مبلغ .... اپنی ذاتی ضرورت کے اخراجات کے لیے نفع کے عنوان سے تخمیناً وصول کیا کریں گے۔ البتہ حتمی نفع نقصان کا حساب عقد کے اختتام پر کیا جائے گا۔

(١٤) فریقین میں سے کسی کے انتقال ہونے کی صورت میں بھی یہ عقد مضاربت ختم ہو جائے گا، لہٰذا دونوں فریق اپنی جانب سے ایک ایک شخص مقرر کرتے ہیں جن کے نام مضاربت نامہ کے آخر میں درج ہیں، اوران کی ذمہ داریوں کا تذکرہ شق نمبر١٥، ١٦ میں آرہا ہے۔

(١٥) فریق اول کا نامزد کنندہ شق نمبر ٥ کے مطابق ذکر کردہ صورتوں کے تحت فریق اول کے اثاثوں کا تصفیہ کرنے کا مجاز ہوگا۔ البتہ فریق اول کے ورثہ میں سے ایک یا چند افراد یا ان کے سرپرست فریق ثانی کے ساتھ مضاربت پر مال لگانا چاہیں تو نئے مضاربت نامہ کے ذریعہ لگا سکیں گے۔

(١٦) فریق ثانی کی موت کی صورت میں اس کا نامزد کنندہ اس کے قائم مقام کی حیثیت سے فریق اول کے ساتھ تصفیہ اور دیگر تمام معاملات باہمی رضامندی سے نمٹائے گا۔

عقد مضاربت کی یہ تحریر لکھ دی گئی ہے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

فریق اول (رب المال)	فریق ثانی (مضارب)
نام............ولد..................	نام............ولد..................
دستخط..............................	دستخط..............................
فریق اول کا نامزد کنندہ	فریق ثانی کا نامزد کنندہ
نام............ولد..................	نام............ولد..................
شناختی کارڈ نمبر....................	شناختی کارڈ نمبر....................

فریق اول سے رشتہ.................. فریق ثانی سے رشتہ..................

دستخط.................. دستخط..................

گواہ نمبرا گواہ نمبر۲

نام...........ولد.................. نام...........ولد..................

شناختی کارڈ نمبر.................. شناختی کارڈ نمبر..................

دستخط.................. دستخط..................

﴿وضاحت نامہ﴾

میں مسمی/مسماۃ......................ولد/ زوجہ .... شناختی کارڈ نمبر ....ساکن ....اس بات کی وضاحت کرتا/کرتی ہوں کہ میں نے جو سرمایہ مضاربت کے طور پر دیا ہے وہ کسی غیر شرعی/ غیر قانونی طریقے سے حاصل نہیں کیا نیز جس بینک اکاؤنٹ کے ذریعے میں اپنے مضارب کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں/کروں گا/کرتی ہوں/کروں گی، اسے میں نے کبھی غیر قانونی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا/کروں گا/گی۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا بیان درست اور واقعہ کے مطابق ہے اس کے خلاف ہونے کی صورت میں تمام تر قانونی مسائل کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی مضارب اس سلسلے میں کسی طرح جوابدہ نہ ہوگا۔

دستخط اقرار کنندہ.................. فون نمبر..................

گواہ نمبرا .... گواہ نمبرا ....

نام...........ولد.................. نام...........ولد..................

شناختی کارڈ نمبر.................. شناختی کارڈ نمبر..................

دستخط.................. دستخط..................

﴿عقد شرکت کے اصول﴾

شرکت فارم پُر کرنے سے پہلے درج ذیل اصول پیش نظر رہیں تا کہ شرکت شرعی بنیادوں پر ہوسکے۔

آج کل جو شرکتیں رائج ہیں ان کو اصطلاح میں ''شرکت عنان'' کہتے ہیں، اس لیے ذیل میں صرف شرکت عنان کے احکام لکھے جاتے ہیں۔

(۱) اس شرکت میں شرکاء باہمی رضامندی سے جس قدر چاہیں سرمایہ لگا سکتے ہیں۔

(۲) تمام شرکاء کا عمل کرنا ضروری نہیں، بلکہ بعض شرکاء پر عمل نہ کرنے کی شرط لگانا بھی جائز ہے۔

(۳) شریک عمیل یا اکثر عمل کرنے والے کے لیے اس کے سرمایہ سے زیادہ نفع مقرر کرنا جائز ہے، غیر عمیل کے لیے یا تمام شرکاء کے لیے عمل مشروط ہونے کی صورت میں کم عمل کرنے والے شریک کے لیے اُس کے سرمایہ سے زیادہ نفع مقرر کرنا جائز نہیں، البتہ بعض شرکاء عامل ہوں اور بعض غیر عامل اور عاملین میں سے بعض کا عمل کم ہو، بعض کا زیادہ تو اس صورت میں کم عمل کرنے والے شرکاء کے لیے بھی سرمایہ کے تناسب سے زیادہ نفع مقرر کرنا جائز ہے۔

(۴) اگر کسی شریک کے لیے عمل مشروط ہوا اور کسی وجہ سے عمل کی نوبت نہ آسکی تو بھی وہ عمیل ہی شمار ہوگا اور اس کو طے شدہ نسبت کے مطابق نفع ملے گا۔

(۵) صحت شرکت کے لیے ضروری ہے کہ شرکاء کا حصہ حاصل شدہ نفع میں فیصد کے اعتبار سے مقرر ہو، نہ کہ رأس المال کی نسبت سے، کسی کے لیے سرمایہ کے تناسب سے نفع طے کرنا کہ کل سرمایہ کا اتنا فیصد نفع ملے گا جائز نہیں۔

(۶) عمیل (کام کرنے والا شریک) کاروبار میں دوسرے شرکاء کا وکیل ہوتا ہے لہٰذا دوسرے شرکاء کے ساتھ طے شدہ شرائط پر عمل کرنا اس پر لازم اور ضروری ہوگا، اور اگر اس نے ان شرائط کی مخالفت کی تو ضامن ہوگا۔

(۷) شرکاء کے لیے طے شدہ نفع کے علاوہ کسی عمل کی متعین اجرت اور تنخواہ لینا جائز نہیں، البتہ عمیل کے لیے نفع کا تناسب اس کے سرمایہ سے زیادہ رکھنا جائز ہے، نیز جو عمیل دیگر کام کرنے والے شرکاء کی بنسبت زیادہ یا اچھا کام کرتا ہے وہ دوسرے کام کرنے والے شرکاء سے بھی زیادہ نفع رکھ سکتا ہے۔

(۸) اگر عمیل کی کوتاہی یا تعدی کے بغیر سرمایہ کلی یا جزوی طور پر ضائع ہو جائے یا کاروبار میں نقصان ہو گیا تو وہ اس کا ذمہ دار نہیں ہوگا، البتہ اگر اس کی کوتاہی یا تعدی سے یہ صورتیں پیش آجائیں تو وہ ضامن ہوگا۔

(۹) سرمایہ کاروبار میں خرچ کرنے اور اپنے مال کے ساتھ خلط کرنے سے پہلے عمیل کے ہاتھ میں امانت ہوتا ہے اور امانت کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ جس کاروبار کے لیے سرمایہ لیا گیا ہے اسی میں خرچ کیا جائے، اگر عمیل نے اس سے ہٹ کر کسی دوسرے کاروبار یا ذاتی کام وغیرہ میں لگا دیا تو غاصب سمجھا جائے گا اور سرمایہ کا ضامن ہوگا اور اس مال کے نفع اور نقصان کا تعلق اب عمیل ہی سے ہوگا، دوسرے شرکاء کے ساتھ نہ ہوگا، لہٰذا نقصان کی صورت میں سارا نقصان عمیل کا ہوگا اور نفع بھی اسی کا ہوگا، البتہ غصب کی وجہ سے یہ منافع اس کے لیے حرام ہیں، اس لیے نفع کی صورت میں عمیل پر لازم ہے کہ ان منافع کو تمام شرکاء کے سرمایہ کی نسبت سے تقسیم کر کے اصل سرمایہ کے ساتھ ان کے حوالے کرے نہ کہ طے شدہ نفع کی نسبت سے۔

اگر عمیل نے سرمایہ کسی کاروبار میں نہیں لگایا (بلکہ اس سے اپنے قرضے اور دیون ادا کیے یا اپنے پاس ویسے ہی رکھے رہا) جس کے نتیجے میں نفع کچھ بھی حاصل نہ ہوا پھر بھی وہ دوسرے شرکاء کو ہر ماہ نفع کے نام سے کچھ دیتا رہا تو ان شرکاء کے لیے یہ نفع حلال نہیں، اگر لیا تو عمیل کو واپس کرنا واجب ہے، البتہ اگر عمیل کی خیانت کا ان کو علم نہیں تو معذور ہیں۔

(۱۰) شرکت عنان میں سرمایہ کا عین ہونا ضروری ہے، اگر کل یا بعض سرمایہ منفعت ہو تو یہ شرکت جائز نہیں، مثلاً دو شریک ہیں ایک کا سرمایہ نقد اور دوسرے کی طرف سے سرمایہ کی جگہ دکان کی منفعت

ہے تو یہ جائز نہیں۔

(۱۱) عقدِ شرکت کے جواز کے لیے ضروری ہے کہ سرمایہ عقد کے وقت یا کم از کم خریداری اور تجارت کی ابتدا میں موجود ہو، دیون اور قرضوں یعنی لوگوں پر ادھار کی صورت میں نہ ہو۔ اگر سرمایہ حاضر وموجود نہ ہوگا تو شرکت کسی بھی مذہب میں جائز نہ ہوگی۔

(۱۲) چلتے ہوئے مشترک کاروبار میں اگر کوئی نیا شخص کاروبار میں شریک ہونا چاہے یا قدیم شرکاء میں سے کوئی مزید سرمایہ لگانا چاہے تو ایسی صورت میں چونکہ قدیم شرکاء کا حصہ عروض اور سامان کی صورت میں ہے اور جدید شرکاء کی طرف سے نقد رقم ہے اس لیے بوقت عقد قدیم شرکاء کے منجمد اثاثوں اور سامان تجارت کی بازاری قیمت لگا کر ان کا سرمایہ متعین کیا جائے گا۔

(۱۳) اگر عمیل کو دوسرے شرکاء نے اپنے سرمایہ سے زیادہ کاروبار کی اجازت نہیں دی پھر بھی اس نے سرمایہ سے زائد کاروبار کیا تو اس زائد کاروبار کا نفع اور نقصان دونوں عمیل ہی کا ہوگا۔ اگر اجازت دی تو زائد کاروبار میں ان کی آپس میں ایک نئی شرکت وجود میں آجائے گی جس کو اصطلاح میں ''شرکت وجوہ'' کہا جاتا ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونوں ضمان کی نسبت سے ہوں گے، لہٰذا اگر زائد کاروبار میں ضمان کی نسبت طے ہوگئی تو نفع اور نقصان بھی اسی تناسب سے تقسیم ہوں گے، اگر اجازت دیتے وقت ضمان کی نسبت طے نہ ہوئی تو دونوں پر ضمان برابر (پچاس پچاس فیصد) آئے گا اور نفع بھی برابر برابر تقسیم ہوگا، خواہ اصل عقد شرکت میں شرح نفع کچھ بھی ہو۔ غرض اس زائد کاروبار کے نفع و نقصان کا اصل عقد شرکت کے نفع ونقصان کے تناسب سے کوئی تعلق نہیں۔

مثلاً دو شریکوں نے پانچ پانچ لاکھ کا سرمایہ جمع کر کے عقد شرکت کی اور شرح نفع غیر عمیل کے لیے تیس فیصد اور عمیل کے لیے ستر فیصد طے ہوئی، اور غیر عمیل نے عمیل کو یہ اجازت بھی دی کہ آپ سرمایہ سے زائد دس لاکھ تک کاروبار کر سکتے ہیں اور اس اضافی دس لاکھ کے کاروبار میں سے چار لاکھ کا ضمان مجھ پر ہوگا اور چھ لاکھ کا ضمان آپ پر اور عمیل اس پر راضی بھی ہوا، تو اس صورت میں اصل کاروبار کے منافع تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور زائد کاروبار کے منافع چالیس اور ساٹھ فیصد کی نسبت سے تقسیم ہوں گے، اور نقصان کی صورت میں اصل عقد شرکت کا نقصان تو شرکاء پر سرمایہ کے تناسب سے ہوگا جبکہ اس زائد کاروبار کا نقصان چالیس اور ساٹھ فیصد کے تناسب سے آئے گا، اسی

طرح اگر غیر عمیل نے زائد کاروبار کے پورے ضمان کو اپنے ذمہ لے لیا تو اس زائد کاروبار کا پورا نفع و نقصان دونوں صرف اسی کے ہوں گے۔ اگر انہوں نے ضمان کی نسبت طے نہیں کی تو اصل کاروبار کے منافع تو تیس اور ستر فیصد کے تناسب سے تقسیم ہوں گے اور نقصان سرمایہ کے تناسب سے، جبکہ اس زائد کاروبار کے نفع اور نقصان دونوں برابر برابر ہوں گے۔

نوٹ: شرکت عنان اور اس شرکت وجوہ دونوں کے سرمایہ کے تناسب کو محفوظ رکھنا ضروری ہے تا کہ نفع اور نقصان کا ٹھیک تعین ہو سکے۔

(۱۳) غیر عمیل کی صریح اجازت کے بغیر عمیل نہ مالِ شرکت سے کسی کو قرض دے سکتا ہے اور نہ مشترک کاروبار کے لیے قرض لے سکتا ہے، البتہ اس کی اجازت سے دوسروں کو قرض دے سکتا ہے اور باجازت قرض لینے میں یہ تفصیل ہے کہ لینے کے بعد اگر غیر عمیل کے حوالہ کر دیا تو اس قرض کی ادائیگی اور اس کا نفع ونقصان سب غیر عمیل کے ذمہ ہوگا ورنہ سب عمیل کے ذمہ ہوگا۔ البتہ اگر غیر عمیل نے قبضہ کے بعد عمیل کو بطور شرکت واپس دیا تو اس پر شرکت کے احکام اصول (نمبر ۱۱) کے مطابق جاری ہوں گے۔

(وضاحت): اس عقد میں کام نہ کرنے والے شریک کو غیر عمیل اور کام کرنے والے شریک کو عمیل کہا جائے گا۔

﴿عقد شرکت شرائط اور تفصیلات﴾

(۱) آج مورخہ.........کو فریق اول مسمی ....ولد.........شناختی کارڈ نمبر.........

ساکن.........اور فریق ثانی مسمی ....ولد.........شناختی کارڈ نمبر.........ساکن

.........نے.....ماہ/سال کے لیے باہم عقد شرکت کیا۔

شریک عمیل کا سرمایہ مبلغ.........ہے اور کل کاروبار کا سرمایہ مبلغ.........ہے۔

تنبیہ: ہر ماہ کاروبار کے کل سرمایہ کی زیادتی اور کمی اور اس وقت آپ کے حصہ کا تعین منتظم کے دستخط کے ساتھ آپ کو بتایا جائے گا۔

(۲) جس میں فریق اول کا سرمایہ مبلغ .... جو کہ کل سرمایۂ شرکت کا .... فیصد ہے۔

(۳) فریق اول کام نہیں کرے گا/کرے گا۔

(۴) فریق اول کو اپنے سرمایہ کے نفع میں سے .... فیصد ملے گا۔

(۵) نفع سے زائد نقصان ہر فریق پر اس کے سرمایہ کے تناسب سے ہوگا۔

(۶) مذکورہ بالا مدت سے پہلے کسی فریق کو دوسرے فریق کی رضامندی کے بغیر یہ عقدِ شرکت ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، البتہ ہر فریق شق نمبر ۱۱ میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اپنا حصہ فروخت کرسکتا ہے، خواہ کسی شریک کو فروخت کرے یا کسی تیسرے فریق کو۔

(۷) ہر ماہ فریق اول مبلغ ...... اور فریق ثانی مبلغ ...... اپنی ذاتی ضرورت کے اخراجات کے لیے تخمینی نفع کے عنوان سے وصول کیا کریں گے۔ البتہ حتمی نفع نقصان کا حساب عقد کے اختتام پر کیا جائے گا۔

(۸) فریقِ غیر عمیل فریق عمیل کو یہ سرمایہ "شرکت مطلقہ" / "........... کاروبار" کے لیے دے رہا ہے۔

(۹) عمیل غبن فاحش کے بغیر کاروبار کرنے کا پابند ہے، لہٰذا ایسی خریداری جو غبن فاحش کے ساتھ کی گئی ہو خود اسی کے لیے ہوگی اور اس کا نقصان بھی اسی کے ذمہ ہوگا۔

(۱۰) فریق غیر عمیل فریق عمیل کو سرمایہ سپرد کرکے سرمایہ کی حد تک/سرمایہ سے زیادہ مبلغ .... تک کاروبار کا اختیار دیتا ہے، نیز فریق عمیل کو کاروبار میں مبلغ .... تک قرض لینے اور مبلغ .... تک قرض دینے کی اور .... مالیت تک ادھار پر خریدنے اور .... مالیت تک ادھار فروخت کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے، اور فریق عمیل کو کاروباری اغراض کے لیے تاجروں کے عرف کے مطابق ہدایا اور انعامات دینے کی بھی اجازت دیتا ہے، نیز اس کا بھی مکمل اختیار دیتا ہے کہ یہ مال کسی تیسرے فریق کو مضاربت یا شرکت پر دے۔

(۱۱) مدت شرکت ختم ہونے سے قبل باہمی رضامندی سے عقد شرکت ختم کرنے یا مدت ختم ہونے

کے بعد سرمایہ کا تصفیہ کیا جائے گا، جس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں، تصفیہ عملاً وجود میں آنے سے قبل شرکت برقرار رہے گی، لہٰذا فریق غیر عمیل کو ان ایام کا نفع بھی ملے گا۔

(الف) شرکت ختم کرنے والا فریق کسی بھی شریک کو اپنا حصہ بیچ دے۔

(ب) شرکت ختم کرنے والا اپنا حصہ باہمی رضامندی سے کسی تیسرے فریق کو فروخت کردے، اس صورت میں وہ شخص شرکت ختم کرنے والے کی جگہ آجائے گا اور اس کے ساتھ معاملہ کی وہی شرائط و تفصیلات ہوں گی جو اس وقت شرکت ختم کرنے والے فریق کے ساتھ ہیں۔

(ج) اگر یہ شرکت صرف دو افراد کے مابین ہے یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان ہے اور تمام شرکاء عقد ختم کرنے پر متفق ہیں تو سرمایہ کے تصفیہ کی مزید یہ صورت بھی ممکن ہے:

(☆) فریق غیر عمیل فریق عمیل کو اتنا وقت دے کہ وہ تمام عروض وسامان کو بیچ کر اس کو نقد کی صورت میں تبدیل کردے، اگر دیون اور قرض ہوں تو وہ بھی وصول کرلے پھر اپنا اپنا سرمایہ اور طے شدہ شرح سے نفع تقسیم کرلیں۔

تنبیہ: اگر یہ دین اور قرض شہر کے اندر ہیں تو وصولی کا خرچ فریق عمیل پر ہوگا، اور اگر شہر سے باہر ہیں تو مالِ شرکت سے ادا کیا جائے گا، اور اگر آمد ورفت کا خرچ دین اور قرض سے بڑھ گیا تو زائد مقدار فریق عمیل کے ذمہ ہوگی۔

(۱۲) فریق غیر عمیل فریق عمیل کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ جس سے چاہے کاروباری معاملات کرے، حتی کہ اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے یا اپنی بالغ ونابالغ اولاد سے اور ہر شریک سے بھی خرید وفروخت کرے۔

(۱۳) اصول شرکت کے مطابق شرکت کے کاروبار پر ہونے والے براہ راست اخراجات (مثلاً اخراجاتِ سفر) مالِ شرکت سے وصول کیے جائیں گے البتہ بالواسطہ اخراجات (مثلاً فریق عمیل کے علاج معالجہ پر صرف ہونے والے اخراجات) اس کے اپنے ذمہ ہونگے۔

(۱۴) فریقین میں سے کسی کے فوت ہوجائے کی صورت میں بھی یہ عقد شرکت ختم ہوجائے گا، لہٰذا دونوں فریق اپنی جانب سے ایک ایک شخص مقرر کرتے ہیں جن کے نام شرکت نامہ کے آخر میں درج ہیں، اوران کی ذمہ داریوں کا تذکرہ شق نمبر ۱۵ میں آرہا ہے۔

(۱۵) کسی بھی فریق کی موت کی صورت میں اس کا نامزد کنندہ اس کے قائم مقام کی حیثیت سے دوسرے فریق کے ساتھ تصفیہ اور دیگر تمام معاملات باہمی رضامندی سے نمٹائے گا۔ البتہ فوت شدہ فریق کے ورثہ میں سے ایک یا چند افراد یا ان کے سرپرست دوسرے فریق کے ساتھ شرکت پر مال لگانا چاہیں تو نئے شرکت نامہ کے ذریعہ ذکر کردہ اصول کے مطابق لگا سکیں گے۔

عقد شرکت کی یہ تحریر لکھ دی گئی ہے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

فریق عمیل/ غیر عمیل	فریق عمیل/ غیر عمیل
نام............ولد.................	نام............ولد..................
دستخط...........................	دستخط.............................
فریق عمیل/ غیر عمیل کا نامزد کنندہ	فریق عمیل/ غیر عمیل کا نامزد کنندہ
نام............ولد.................	نام............ولد..................
شناختی کارڈ نمبر........................	شناختی کارڈ نمبر........................
فریق عمیل/ غیر عمیل سے رشتہ..................	فریق عمیل/ غیر عمیل سے رشتہ..................
دستخط...........................	دستخط.............................
گواہ نمبر۱	گواہ نمبر۲
نام............ولد.................	نام............ولد..................
شناختی کارڈ نمبر........................	شناختی کارڈ نمبر........................
دستخط...........................	دستخط.............................

﴿وضاحت نامہ﴾

میں مسمی/مسماۃ.......................ولد/ زوجہ .... شناختی کارڈ نمبر ....ساکن ....اس بات کی وضاحت کرتا/کرتی ہوں کہ میں نے جو سرمایہ شرکت کے طور پر دیا ہے وہ کسی غیر شرعی/ غیر قانونی طریقے سے حاصل نہیں کیا نیز جس بینک اکاؤنٹ کے ذریعے میں اپنے شریک عمیل/ غیر عمیل کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں/کروں گا /کرتی ہوں /کروں گی،اسے میں نے کبھی غیر قانونی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا/کروں گا/گی۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا بیان درست اور واقعہ کے مطابق ہے اس کے خلاف ہونے کی صورت میں تمام تر قانونی مسائل کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی، شریک عمیل/ غیر عمیل اس سلسلے میں کسی طرح جوابدہ نہ ہوگا۔

دستخط اقرار کنندہ.................. فون نمبر.........................

گواہ نمبر۱ گواہ نمبر۲

نام..........ولد.................. نام..........ولد..................

شناختی کارڈ نمبر......................... شناختی کارڈ نمبر.........................

دستخط.......................... دستخط..............................

﴿......چمن پونزی اسکیم سے متعلق ایک استفتاء کا جواب......﴾

سوال: میں چمن کا رہنے والا ہوں، ہمارے علاقہ کے بعض لوگوں نے ایسے کاروبار شروع کیا ہے کہ وہ لوگوں سے پیسہ لیتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم ان سے کراچی میں کاروبار کرتے ہیں، اگر ان سے کاروبار کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو واضح طور پر نہیں بتاتے، بعض کہتے ہیں کہ ہم ان سے ٹھیکہ کا کام کرتے ہیں بعض کچھ اور کہتے ہیں ابھی تک ان کے کاروبار کی حقیقت ہمارے سامنے واضح طور پر نہیں آئی، ہم نے اپنے طور پر اس کی تحقیق کی کوشش کی ہے لیکن کاروبار باوجود کوشش کے ہمارے سامنے نہیں آیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا تعلق کاروبار سے نہیں ہے بلکہ آپ کا تعلق نفع کے ساتھ ہے۔ اور اگر ان سے کاروبار میں لگے ہوئے کل سرمایہ کا پوچھا جائے تو وہ بھی نہیں بتاتے، بعض کہتے ہیں کہ ہم نے کل سرمایہ پندرہ کروڑ جمع کیا ہے اور ہم پینتالیس فیکٹریوں کو مال دیتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ کل سرمایہ پچیس کروڑ جمع کیا ہے اور ہم پچاسی فیکٹریوں کو مال فراہم کرتے ہیں۔ اور یہ کاروباری لوگ اپنے شرکاء سے کہتے ہیں کہ ہم آپ کو ایک لاکھ پر کم از کم منافع ماہانہ آٹھ ہزار اور اس سے زیادہ بارہ پندرہ تک بھی دیں گے، اور لوگوں کو یہ بھی کہتے ہیں کہ منافع تو ضرور ملیں گے اور نقصان اگر ہو جائے تو بھی رأس المال آپ کا محفوظ ہوگا، اس میں کچھ کمی نہیں ہوگی اور یہ درمیان کے ایجنٹ لوگ ان پیسوں پر اپنا کمیشن بھی لیتے ہیں، بعض تو ارباب الاموال کو یہ کمیشن والی بات صراحۃً بتاتے ہیں جبکہ بعض نہیں بتاتے۔ اس کاروبار کے بارے میں کراچی کے ایک مفتی صاحب سے چمن کے ایک مولانا صاحب جن کے واسطے سے پندرہ کروڑ سے زیادہ رقم لوگوں نے لگائی ہے نے فون پر بات کر کے کاروبار کے بارے میں بتایا کہ ہمارا حقیقی کاروبار ہے وہ یہ کہ ہم مشینیں فیصل آباد سے لاتے ہیں اور پینتالیس فیکٹریوں پر بیچتے ہیں، فون پر اس نے ان مفتی صاحب سے وعدہ بھی کیا تھا کہ میں کراچی آؤں گا تو آپ کو وہ فیکٹریاں بھی دکھاؤں گا اور جن سے ہم کاروبار کرتے ہیں ان سے بھی ملواؤں گا، لیکن کراچی آنے کے

باوجود اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا، نہ تو فیکٹریاں دکھائیں اور نہ ہی کاروباری لوگوں سے ملاقات کروائی، جس سے ہمارے شبہات اور بھی بڑھ گئے کہ حقیقت میں ان لوگوں کا کوئی کاروبار نہیں ہے اگر ہوتا تو اپنا وعدہ ضرور پورا کرتے اور کاروبار ضرور دکھاتے۔ (اس گفتگو اور وعدے کے الفاظ ریکارڈ ہیں)۔

مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق اس کاروبار کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز اس میں رقم لگا کر شرکت جائز ہے یا نہیں؟ بینو اتو جروا

سائل : محمد شفیق، چمن بلوچستان

الجواب باسم ملہم الصواب

اس قسم کے کاروبار کو عرفِ تجار میں پونزی اسکیم (Ponzi Scheme) کہتے ہیں۔ اس اسکیم کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں کاروبار یا تو سرے سے ہوتا ہی نہیں ہے یا برائے نام ہوتا ہے اور ارباب الاموال اور شرکاء کو جو بنامِ نفع ہر ماہ یا دو تین ماہ بعد دیا جاتا ہے وہ رأس المال اور اصل سرمایہ سے ہی دیا جاتا ہے، اس لیے بظاہر دیکھنے میں یہ نفع حقیقی تجارت اور کاروبار کی بنسبت غیر معمولی طور پر زیادہ ہی ہوتا ہے۔

اس اسکیم کا بانی چارلس پونزی (CharlesPonzi/March3,1882-January18,1949) جس نے فروری 1920ء تا اکتوبر 1920ء اس اسکیم کو امریکہ کے شہر بوسٹن میں چلایا، نومبر 1920ء میں گرفتار ہو کر فراڈ کے الزام میں جیل چلا گیا۔ یہی اسکیم پاکستان میں ڈبل شاہ کے نام سے بعض علاقوں میں شروع کی گئی جو یہ لالچ دے کر مشہور کراوئی گئی کہ قلیل مدت میں سرمایہ دگنا ہو جائیگا، ڈبل شاہ بھی کچھ عرصہ بعد اس فراڈ میں گرفتار ہوا۔ اس پونزی اسکیم کی مکمل تفصیل درج ذیل ویب سائٹس پر موجود ہے۔

http://en.wikipedia.org/wiki/Ponzi_scheme

http://en.wikipedia.org/wiki/Charles_Ponzi

http://en.wikipedia.org/wiki/List_of_Ponzi_schemes

http://en.wikipedia.org/wiki/Double_Shah

اس وقت پاکستان میں اسلام آباد، راولپنڈی، اٹک، کوہاٹ، دوابہ، ہنگو، پشاور اور کراچی کے بعض علاقوں میں مختلف کمپنیاں مثلاً کیپ ایبل ایشیاء کمپنی، مفتی اسامہ کمپنی وغیرہ وغیرہ ناموں سے کچھ مدت سے انتہائی زور و شور سے وجود میں آئی ہیں، جس میں لوگ زیادہ نفع کی لالچ میں کثیر رقوم جمع کروا رہے ہیں، چونکہ ان کے پاس حقیقی کاروبار نہیں ہے اس لیے آج تک کسی مستند دارالافتاء کے سامنے اس اسکیم کے چلانے والوں میں سے کوئی بھی نہ تو پورا کاروبار پیش کر سکا ہے اور نہ جواز کا فتوی ہی حاصل کر سکا ہے۔ اس قسم کی اسکیموں کا حکم ظاہر ہے کہ یہ فراڈ اور دھوکہ پر مبنی اسکیمیں ہیں اور ان کا انجام لوگوں کے خون پسینہ کی کمائی کو ہڑپ کرنا ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

صورتِ سوال میں چمن کے مولانا جن کے واسطہ سے پندرہ کروڑ سے زائد رقم اس اسکیم میں لگ چکی ہے، کا کراچی کے مفتی صاحب سے مکالمہ اور وعدہ کے باوجود اپنا کاروبار نہ دکھانا بظاہر اس بات کی طرف مشیر ہے کہ یہ بھی بدنامِ زمانہ پونزی اسکیم ہی کی ایک صورت ہے، حقیقی کاروبار نہیں۔

کسی بھی کاروبار یا کمپنی میں سرمایہ لگانے سے پہلے اس کو شرعی بنیادوں پر پرکھنا، جانچنا اور مستند اور ماہر مفتیانِ کرام کو کمپنی کا طریق کار بتلا کر ان سے جواز کا فتوی لینا ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے۔ جواز کا فتوی آنے سے قبل کسی بھی شخص کے ذاتی عمل کو بنیاد بنا کر شرکت جائز نہیں۔

مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق صورتِ سوال میں یہ شرکت ناجائز ہے، نیز سائل کی بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق بھی اس کاروبار میں درج ذیل دو وجوہ سے بھی شرکت ناجائز اور حرام ہے۔

(۱) اس میں بعض کا مال دوسرے بعض کو ناحق کھلایا جاتا ہے جو کہ قرآن کریم کی درج ذیل آیت کی

روسے حرام ہے۔

یاایھا الذین آمنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم.[النساء:۲۹]

ترجمہ:اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق (یعنی غیر مباح) طور پر مت کھاؤ لیکن (مباح طور پر ہو مثلاً) کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے واقع ہو (بشرطیکہ اس میں اور بھی شرائطِ شرعیہ ہوں) تو مضائقہ نہیں۔

(۲) اس کاروبار کا معاملہ مشتبہ اور مبہم ہے۔آپ ﷺ نے درج ذیل ارشاد کے ذریعے ایسے معاملات سے بچنے اور دور رہنے کا حکم دیا ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ: الحلال بین و الحرام بین و بینھما مشتبھات لا یعلمھن کثیر من الناس فمن اتقی الشبھات استبرأ لدینه و عرضه و من وقع فی الشبھات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک أن یرتع فیه ألا و إن لکل ملک حمی ألا و إن حمی اللہ محارمه ألا و إن فی الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد کله و إذا فسدت فسد الجسد کله ألا و ھی القلب. متفق علیه (المشکوۃ:۲٤۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال ظاہر ہے، حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، لہٰذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو پاک ومحفوظ کر دیا (یعنی مشتبہ چیزوں سے بچنے والے کے نہ تو دین میں کسی خرابی کا خوف رہے گا اور نہ کوئی اس پر طعن وتشنیع کرے گا) اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا اور اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں۔ جان لو!

ہر بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے، اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ چراگاہ حرام چیزیں ہیں اور اس بات کو بھی ملحوظ رکھو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست حالت میں رہتا ہے (یعنی جب وہ ایمان وعرفان اور یقین کے نور سے منور رہتا ہے) تو (اعمال خیر اور حسن اخلاق و احوال کی وجہ سے) پورا جسم درست حالت میں رہتا ہے اور جب اس ٹکڑے میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، یاد رکھو! گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔**فقط و اللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ : شاہ نور حسن المتخصص
احمد ممتاز	محمد لقمان	بدار الافتاء جامعۃ الخلفاء الراشدین ؓ
۱۷/ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ	۱۷/ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ	۹/ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

پونزی (Ponzi) اسکیم کیا ہے؟

پونزی اسکیم فراڈ اور دھوکہ بازی پر مبنی سرمایہ کاری کی ایک صورت ہے، جس میں سرمایہ لگانے والوں کو ان کی اپنی جمع کردہ رقوم سے یا نئے آنے والے سرمایہ کاروں کی رقوم سے بدوں کسی انفرادی یا اجتماعی طور پر چلنے والے حقیقی کاروبار اور تجارت سے حاصل شدہ منافع کے ماہانہ کچھ رقم منافع کے نام سے دی جاتی ہے۔

پونزی اسکیم، سرمایہ کاروں کو عام طور پر چلنے والے حقیقی کاروبار میں سرمایہ کاری کے حاصل ہونے والے منافع سے کئی گنا زیادہ نفع کا لالچ دے کر اپنی جانب متوجہ کرتی ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ زیادہ منافع کی لالچ میں شرکت کرتے رہیں اور اسکیم چلتی رہے۔

اس اسکیم اور سسٹم کا زوال جلد یا بدیر مقدر ہوتا ہے کیونکہ سرمایہ اور ڈپازٹ جس قدر بھی زیادہ ہو بہر حال سرمایہ لگانے والوں کو ادائیگیوں میں تسلسل کی وجہ سے اس میں کمی ہوتی رہتی ہے اور جہاں کہیں کسی بھی ذریعہ سے جدید سرمایہ کی آمد میں خلل واقع ہوتا ہے تو اس بے انتہا بامِ عروج پر پہنچے ہوئے کاروبار کی بلند تخیلاتی عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے اور اسکیم کے ذمہ داران منظرِ عام سے بالکل غائب ہو جاتے ہیں۔

1920ء میں چارلس پونزی نامی ایک اطالوی شخص نے اس تکنیک کو پہلی بار اچھے خاصے کامیاب انداز میں استعمال کیا اور چند ہی مہینوں میں ارب پتی بن گیا حالانکہ جب 1903ء میں یہ شخص امریکہ وارد ہوا تو اس کی جیب میں صرف ڈھائی ڈالر تھے۔ کئی سالوں تک اِدھر اُدھر سر مارنے کے بعد یہ تکنیک اس کے ہاتھ آئی اور پھر گویا دولت کی اس پر برسات ہونے لگی، وہ اپنے سرمایہ کاروں کو ان کا سرمایہ 90 دن میں دگنا کرنے کا جھانسہ دیتا تھا، فروری 1920ء میں اس نے 5,000 ڈالر کمائے جب کہ مئی 1920ء میں اس کے سرمایہ کی مقدار (محض تین ماہ گزرنے کے بعد ہی) 420,000 ڈالر (2008ء میں 59 ملین ڈالر کے برابر) ہو گئی تھی۔ جولائی 1920ء تک اس کی

یومیہ آمدنی 250,000 ڈالر تک پہنچ چکی تھی، لیکن تابہ کے!

دولت کی آمدنی کا یہ سیلاب بہر حال نومبر 1920ء سے پہلے ہی رک گیا اور پونزی گرفتار کرلیا گیا اور اسے قید ہوگئی۔ 1934ء میں قید سے رہا کر کے اسے اٹلی ڈی پورٹ کر دیا گیا۔ چارلس پونزی کو اس وقت اپنے اس فراڈ پر مبنی سرمایہ کاری نے ایسی بدنام شہرت سے نوازا کہ دنیا نے آئندہ کے لیے اس طرح کی ہر اس اسکیم کو ''پونزی اسکیم'' کا نام دے دیا۔

19ویں صدی سے لے کر آج تک دنیا بھر میں مختلف ناموں سے یہ اسکیم رواج پاتی رہی ہے اور عوام آنکھوں پر لالچ کی پٹی چڑھائے ''آ بیل مجھے مار'' کے مصداق اس کا شکار ہو کر قلاش ہوتے رہے ہیں، بہت سے غم نہ سہہ کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، کتنے ہی لوگ ذہنی توازن کھو بیٹھے، مگر وائے افسوس! اس کے باوجود لوگ باز نہیں آتے۔

ہمارے ملک میں بھی مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے یہ اسکیم ابھرتی اور ڈوبتی رہی ہے، آج کل ملکِ عزیز کے کئی علاقوں مثلاً راولپنڈی، اٹک، کوہاٹ، ہنگو، دوابہ، مردان، کوئٹہ، چمن اور کراچی وغیرہ میں یہ کاروبار فی الحال زور وشور سے جاری ہے اور ناواقف عوام لالچ میں آکر سرسری تحقیق ہی کیے بغیر اس اندھے کنویں میں اپنی عمر بھر کی پونجی ڈال رہے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔

چنانچہ دارالعلوم کراچی سے شائع شدہ ایک فتوی (۶۶/۱۳۵۸) میں تحریر ہے:

''......کیونکہ اس سے پہلے اس طرح کے واقعات پیش آچکے ہیں کہ بظاہر جائز معاہدوں کی بناپر اور بڑے حلال نفع کا لالچ دے کر لوگوں سے رقوم لی گئیں لیکن بعد میں خرد برد کر کے عوام کو ان کے سرمائے سے محروم کر دیا گیا''۔

اس جیسی اسکیموں کو چلانا، ان میں ایجنٹ بن کر ان کی معاونت کرنا اور عوام کا ان میں سرمایہ کاری کرنا جائز نہیں۔

﴿مضاربہ نامہ کے حوالہ جات﴾

(۱)قال العلامة شیخ زادہ رحمہ اللہ تعالی: وفی الشرع ھی أی المضاربة شرکة فی الربح .... بمال من جانب وھوجانب رب المال وعمل من جانب آخر وھو جانب المضارب.(مجمع الانھر،۳/۴۴۳،ط:دار الکتب العلمیہ بیروت).

(۲)قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالی: کتاب المضاربة. ھی لغة: مفاعلة من الضرب فی الارض وھوالسیر فیھا.وشرعا: عقد شرکة فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب.ورکنھا الایجاب والقبول.

(الشامیہ،۵/٦٤۵،ط:سعید)

وقال رحمہ اللہ تعالی ایضاً: (وکون الربح بینھما شائعا)فلو عین قدرا فسدت.(الشامیہ،۵/٦٤۸،ط: سعید).

وفی الھندیة: منھا: ان یکون نصیب المضارب من الربح معلوما علی وجہ لا تنقطع بہ الشرکة فی الربح فان قال علی ان لک من الربح مائة درھم او شرط مع النصف او الثلث عشرة دراھم لاتصح المضاربة کذا فی محیط السرخسی.

(الھندیہ،٤/۲۸۷،ط:رشیدیہ).

(۳)وقال العلامة الطحطاوی رحمہ اللہ تعالی : (وتوکیل مع العمل)حتی یرجع بما لحقہ من العھدة علیہ الخ.(حاشیة الطحطاوی علی الدر۳/۳۵۲،ط:رشیدیہ).

وفی الھندیة : واما حکمھا فانہ اولاً امین وعند الشروع فی العمل وکیل واذا ربح فھو شریک واذا فسدت فھواجیر واذا خالف فھو غاصب وان اذن بعدہ ولو شرط الربح کلہ لرب المال کان بضاعة ولو شرط کلہ للمضارب کان قرضا ھکذا فی الکافی.المضارب إذا عمل فی المضاربة الفاسدة وربح یکون جمیع الربح لرب المال وللمضارب أجر مثلہ فیما عمل لا یزاد علی المسمی فی قول أبی یوسف رحمہ اللہ تعالی وإن لم یربح المضارب کان لہ أجر مثلہ کذا فی فتاوی قاضی خان.ھذا جواب ظاھر الروایة کذا فی المحیط .ولو کانت صحیحة فلم یربح المضارب لا شیء لہ ولو ھلک المال فی المضاربة الفاسدة عند المضارب لایضمن المضارب کذا فی فتاوی قاضی خان .ولہ أجر مثلہ فیما

عمل كذا فی المبسوط. والله اعلم. (الفتاویٰ الهندية، ٤/٢٨٨، ط: رشيديه).

(٤) وقال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالى: وكون الربح بينهما شائعاً فلو عيّن قدرا فسدت. (الشاميه، ٥/٦٤٨، ط: سعيد).

وقال العلامة الكاسانی رحمه الله تعالى: اذا قال رب المال للمضارب لک ثلث الربح وعشرة دراهم فی كل شهر ماعملت فی المضاربة صحت المضاربة من الثلث وبطل الشرط. (بدائع الصنائع، ٥/١١٩، ط: رشيديه جديد).

(٥) وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله من جانب المضارب) قيد به لأنه لو اشترط رب المال أن يعمل مع المضارب فسدت كما سيصرح به المصنف فی باب المضارب يضارب. (الشاميه، ٥/٦٤٥، ط: سعيد).

وقال العلامة الكاسانی رحمه الله تعالى: وكذا لو شرط فی المضاربة عمل رب المال فسدت المضاربة سواء عمل رب المال او لم يعمل لان شرط عمله معه شرط بقاء يده على المال وانه شرط فاسد ولو سلم راس المال الى رب المال ولم يشترط عمله ثم استعان به على العمل او دفع اليه المال بضاعة جاز لان الاستعانة لاتوجب خروج المال عن يده. (بدائع الصنائع، ٥/١١٧، ط: رشيديه جديد)

(٦) وقال العلامة الزيلعی رحمه الله تعالى: قال رحمه الله (وما هلک من مال المضاربة فمن الربح) لأنه تابع ورأس المال أصل لتصور وجوده بدون الربح لا العكس فوجب صرف الهالک إلى التبع لاستحالة بقائه بدون الأصل كما يصرف الهالک إلى العفو فی الزكاة قال رحمه الله (فإن زاد الهالک على الربح لم يضمن المضارب) لأنه أمين فلا يكون ضمينا للتنافی بينهما فی شیء واحد.

(تبيين الحقائق، ٥/٥٤٥، ط: سعيد)

وقال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: وحكمها انه امين بعد دفع المال اليه.........ولا ضمان عليه اذا فسدت بغير صنعه. (البحر الرائق، ٧/٤٤٩، ط: سعيد)

(٧) وقال العلامة الحصكفی رحمه الله تعالى: وحكمها: أنواع لانها إيداع ابتداء.........وغصب إن خالف وإن أجاز رب المال بعده لصيرورته غاصبا بالمخالفة.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله بالمخالفة) فالربح للمضارب

لكنه غير طيب عند الطرفين رحمهماالله تعالى. درمنتقى.

(الشاميه،٥/٦٤٦،ط: سعيد).

وقال العلامة برهان الدين رحمه الله تعالى:وان اشترى به خارج الكوفة و باع وربح او وضع فالربح له والوضيعة عليه لانه صارمخالفا غاصبا متصرفا بغير امر المالک فيكون الربح له والوضيعة عليه قال في الاصل في هذه المسئلة ويتصدق بالربح عند ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى.

(المحيط البرهانى،١٨/١٦٩،ط: ادارة القرآن).

وقال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: كما لو تصرف في المغصوب والوديعة بأن باعه وربح فيه إذا كان ذلک متعينا بالاشارة أو بالشراء بدراهم الوديعة أو الغصب ونقدها يعني يتصدق بربح حصل فيهما إذا كانا مما يتعين بالاشارة......الخ.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: قوله(إذا كان متعينا بالاشارة) وذلک كالعروض فلا يحل له الربح: أى ولو بعد ضمان القيمة.قال الزيلعي: فإن كان مما يتعين لا يحل له التناول منه قبل ضمان القيمة وبعده يحل إلا فيما زاد على قدر القيمة وهو الربح فإنه لا يطيب له ويتصدق به.وفي القهستاني: وله أن يؤديه إلى المالک ويحل له التناول لزوال الخبث.(الشاميه،٦/١٨٩،ط: سعيد).

وقال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالى:(لأن الحق له) وهذا يفيد أنه يطيب له فقيرا كان أو غنيا وفيه روايتان والأوجه طيبه له وإن كان غنيا لما ذكرنا من أن الحق له.

وقال العلامة البابرتى رحمه الله تعالى:فإذا رد عليه فإن كان فقيرا طاب له وإن كان غنيا ففيه روايتان .قال الإمام فخر الإسلام : والأشبه أن يطيب له ؛ لأنه إنما رد عليه باعتبار أنه حقه.(فتح القدير،٧/١٩٦،ط: رشيديه).

وقال العلامة المرغيناني رحمه الله تعالى: وهذا الخبث يعمل فيما يتعين فيكون سبيله التصدق في رواية ويرده عليه في رواية لأن الخبث لحقه وهذا أصح لكنه استحباب لا جبر لأن الحق له .(الهداية،٣/١٢٩،ط: رحمانيه).

(۸)وقال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: ولودفع دابته إلى رجل ليبيع عليها البر على أن الربح بينهما فالربح لصاحب البرولصاحب الدابة أجر مثلها لان منفعة الدابة لا تصح مالا للشركة كالعروض.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى في حاشيته :ولا شک فی فساد الشركة لان المنفعة كالعروض كما صرح به فی الخانية فكما لا تصح فی العروض لاتصح فيها.(البحرالرائق،۵/۳۰۷،ط: رشيديه).

وقال العلامة السرخسی رحمه الله تعالى: ((قال)) ولو دفع إليه دابة يبيع عليها البر والطعام على أن الربح بينهما نصفان فهذه شركة فاسدة بمنزلة الشركة بالعروض)فإن رأس مال أحدهما عرض ورأس مال الآخر منفعة دابته فإذا فسدت شركته فالربح لصاحب البر والطعام لأنه بدل ملكه فإن الثمن بدل المعقود عليه لا بدل ما حمل عليه من المعقود عليه ولصاحب الدابة أجر مثلها لأنه شرط لنفسه عوضا عن منفعة دابته ولم ينل ذلک العوض فاستوجب أجر المثل على من استوفى منفعتها بحكم عقد فاسد وكذلک البيت والسفينة فی هذه كالدابة اعتبارا لمنفعة العين بالعين. والله سبحانه وتعالى أعلم.

(المبسوط للسرخسی،۱۱/۲۳۹،ط: رشيديه).

وقال العلامة قاضی خان رحمه الله تعالى: ولو دفع دابة إلى رجل ليبيع عليها البر والطعام على أن الربح بينهما كانت فاسدة بمنزلة الشركة فی العروض لأن رأس مال أحدهما عرض ورأس مال الآخر منفعة فإذا فسدت الشركة كان الربح لصاحب البر والطعام لأنه بدل ملكه ولصاحب الدابة أجر مثلها لأنه لم يرض بمنفعة الدابة بغير عوض والبيت والسفينة فی هذا كله كالدابة لما قلنا.

(فتاوی قاضی خان علی هامش الهنديه،۳/٦۲۵،ط: رشيديه).

(۹)وقال العلامة ابن قدامة الحنبلی رحمه الله تعالى: فاما العروض فلاتجوز الشركة فيها فی ظاهر المذهب نص عليه احمد(وبعد اسطر)وعن احمد رواية اخرى ان الشركة والمضاربة تجوز بالعروض وتجعل قيمتها وقت العقد راس المال.قال احمد:اذا اشتركا فی العروض يقسم الربح على ما اشترطا.

(المغنی لابن قدامة،۷/۱۲۳،۱۲٤،ط: حجر).

(۱۰)قال العلامة السرخسی رحمه الله تعالى: ولو دفع إليه ألف درهم مضاربة وأمره أن يستدين على المال على أن ما رزق الله تعالى فى ذلك من شىء فهو بينهما : للمضارب ثلثاه ولرب المال ثلثه فاشترى المضارب بالألف جارية تساوى ألفين ثم اشترى على المضاربة غلاما بألف درهم يساوى ألفين فباعهما جميعا بأربعة آلاف فإن ثمن الجارية يستوفى منه رب المال رأس ماله وما بقى فهو ربح بينهما على ما اشترطا : ثلثاه للمضارب وثلثه لرب المال .وأما ثمن الغلام فيؤدى منه ثمنه والباقى بينهما نصفان ؛ لأن الأمر بالاستدانة كان مطلقا فالمشترى بالدين يكون مشتركا بينهما نصفين ومع المناصفة بينهما فى المشترى لا يصح شرط التفاوت فى الربح .ألا ترى أن رجلين لو اشتركا بغير مال على أن يشتريا بالدين ويبيعا فما رزق الله تعالى فى ذلك من شىء فهو بينهما أثلاثا فاشتريا وباعا وربحا كان الربح بينهما نصفين فاشتراطهما الثلثين والثلث فى الربح يكون لغوا لأنه لو صح ذلك استحق أحدهما جزءا من ربح ما ضمنه صاحبه وذلك لا يجوز فكذلك المضارب إذا أمره رب المال أن يستدين على المضاربة وشرط الثلث والثلثين فى الربح لا فى أصل الاستدانة فإن كان أمره أن يستدين على المال على أن ما اشترى بالدين من شىء فلرب المال ثلثه وللمضارب ثلثاه على أن ما رزق الله تعالى فى ذلك من شىء فهو بينهما نصفان فاشترى المضارب بالمضاربة جارية تساوى ألفين واشترى على المضاربة جارية بألف دينا تساوى ألفين فباعهما بأربعة آلاف درهم فحصة جارية المضاربة يأخذ منه رب المال رأس ماله : ألف درهم والباقى بينهما نصفان على ما اشترطا وثمن الجارية المشتراة بالدين بينهما أثلاثا على قدر ملكيهما ؛ لأنه إنما وكله بالاستدانة على أن يكون ثلث ما يستدين لرب المال وثلثاه للمضارب فيكون الثمن بينهما على قدر ذلك واشتراط المناصفة فى الربح فى هذا يكون باطلا ؛ لأن أحدهما يشترط لنفسه ربح ما قد ضمن صاحبه وذلك باطل .ولو دفع إليه الألف مضاربة على أن ما رزق الله تعالى فى ذلك من شىء فهو بينهما كذلك أيضا فاشترى بالمضاربة جارية تساوى ألفين ثم اشترى على المضاربة

جارية بألف دينار تساوى ألفين فباعهما بأربعة آلاف فأما حصة المضاربة فتكون بينهما على شرطهما بعد ما يستوفى رب المال رأس ماله وحصة الجارية المشتراة بالدين بينهما ؛ لأن ضمانها عليهما نصفين ؛ لإطلاق الأمر بالاستدانة فاشتراط كون الربح بينهما أثلاثا بعد المساواة فى الضمان يكون باطلا. وكذلك لو كان أمره أن يستدين على رب المال؛لأن قوله استدن على المضاربة وقوله استدن على سواء فى المعنى وما استدان سواء كان بقدر مال المضاربة أو أقل أو أكثر فهو بينهما نصفان فربحه ووضيعته بينهما نصفان حتى لو هلكت المشتراة بالدين كان ضمان ثمنها عليهما نصفين .ولو كان أمره أن يستدين على نفسه كان ما اشتراه المضارب بالدين له خاصة دون رب المال ؛ لأنه فى الاستدانة على نفسه يستغنى عن أمر رب المال فكان وجود أمره فيه وعدمه سواء بخلاف ما إذا أمره أن يستدين على المال أو على رب المال ؛ لأنه فى الاستدانة على رب المال أو على المال لا يستغنى عن أمر رب المال فلا بد من اعتبار أمره فى ذلك وأمره بالاستدانة على المال كأمره بالاستدانة على رب المال ؛ لأن ملك المال لرب المال والمال محل لقضاء الواجب لا للوجوب فيه فالواجب يكون على رب المال ثم أمره بالاستدانة عليه مطلقا يقتضى الشركة بينهما فيما يستدين ولا تكون هذه الشركة بطريق المضاربة ؛ لأن المضاربة لا تصح إلا برأس مال عين فكانت هذه الشركة فى معنى شركة الوجوه فيكون المشترى مشتركا بينهما نصفين فلا يصح منهما شرط التفاوت فى الربح مع مساواتهما فى الملك فى المشترى .ولو كان أمره أن يستدين على المال أو على رب المال فاشترى بالمضاربة جارية ثم استقرض المضارب ألف درهم على المضاربة واشترى بها جارية فهو مشتر لنفسه خاصة والقرض عليه خاصة منهم من يقول : إن الاستدانة هو الشراء بالنسيئة والاستقراض غيره فلا يدخل فى مطلق الأمر بالاستدانة والأصح أن يقول : الأمر بالاستقراض باطل. (المبسوط للسرخسى،٢٢/ ١٦٣،ط: رشيديه).

(١١)قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: ولا الاقراض والاستدانة وان

قيل له ذلک اى اعمل برأيک لانهما ليسا من صنيع التجار فلم يدخلا فى التعميم مالم ينص المالک عليهما فيملكهما.(الشاميه،٥/ ٦٥٠،ط: سعيد).

﴿شرکت نامہ کے حوالہ جات﴾

(١)قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى:(واما عنان) بالكسر وتفتح(ان تضمنت وكالة فقط) بيان لشرطها (فتصح من اهل التوكيل) كصبى ومعتوه يعقل البيع (وان لم يكن اهلا للكفالة) لكونها لاتقتضى الكفالة بل الوكالة(و)لذا(تصح) عاماوخاصا ومطلقا وموقتا ومع التفاضل فى المال دون الربح وعكسه وببعض المال دون بعض.(الشاميه،٤/ ٣١١،٣١٢ط: سعيد).

(٢)حوالہ نمبر۴ ملاحظہ ہو۔

(٣)وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: قلت : وحاصل ذلک كله أنه إذا تفاضلا فى الربح فإن شرطا العمل عليهما سوية جاز : ولو تبرع أحدهما بالعمل وكذا لو شرطا العمل على أحدهما وكان الربح للعامل بقدر رأس ماله أو أكثر ولو كان الأكثر لغير العامل أو لأقلهما عملا لا يصح وله ربح ماله فقط.

(الشاميه،٤/ ٣١٢،ط: سعيد).

(٤)وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: تنبيه :علم مما مر أن العمل لو كان مشروطاعليهما لا يلزم اجتماعهما عليه كما هو صريح قوله وإن عمل أحدهما فقط ولذا قال فى البزازية : اشتركا وعمل أحدهما فى غيبة الآخر فلما حضر أعطاه حصته ثم غاب الآخر وعمل الآخر فلما حضر الغائب أبى أن يعطيه حصته من الربح إن كان الشرط أن يعملا جميعا وشتى فما كان من تجارتهما من الربح فبينهما على الشرط عملا أو عمل أحدهما فإن مرض أحدهما ولم يعمل وعمل الآخر فهو بينهما .اهـ.والظاهر أن عدم العمل من أحدهما لا فرق أن يكون بعذر أو بدونه كما صرح بمثله فى البزازية فى شركة التقبل معللا بأن العقد لا يرتفع بمجرد امتناعه واستحقاقه الربح بحكم الشرط فى العقد لا العمل ا هـ ولا يخفى أن العلة جارية هنا .(الشاميه،٤/ ٣١٣،ط: سعيد).

(۵) وقال العلامة ابن الهمام رحمه الله تعالى: قوله (ولا تجوز الشركة إذا شرط لأحد دراهم مسماة من الربح) قال ابن المنذر : لا خلاف فى هذا لأحد من أهل العلم .ووجهه ما ذكره المصنف بقوله لأنه شرط يوجب انقطاع الشركة فعساه لا يخرج إلا قدر المسمى فيكون اشتراط جميع الربح لأحدهما على ذلك التقدير واشتراطه لأحدهما يخرج العقد عن الشركة إلى قرض أو بضاعة على ما تقدم .(فتح القدير،٦/ ١٧٠،ط:رشيديه قديم).

(۶) ''حوالہ نمبر ۱، اور حوالہ نمبر ۸'' ملاحظہ ہو۔

(۷) ''حوالہ نمبر ۳، اور حوالہ نمبر ۵'' ملاحظہ ہو۔

(۸) وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: وهو) أن الشريك (أمين فى المال فيقبل قوله) بيمينه (فى) مقدار الربح والخسران والضياع........... (ويضمن بالتعدى)وهذا حكم الامانات.(الشاميه،٤/٣١٩،٣٢٠ط:سعيد).

(۹) قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ: (كتاب المضاربة (هى)..... (عقد شركة فى الربح بمال من جانب) رب المال (و عمل من جانب) المضارب (و ركنها الايجاب و القبول و حكمها) انواع لأنها (ايداع ابتداء) و من حيل الضمان أن يقرضه المال الا درهما ثم يعقد شركة عنان بالدرهم و بما أقرضه على أن يعملا و الربح بينهما ثم يعمل المستقرض فقط فان هلك فالقرض عليه (و توكيل مع العمل) لتصرفه بأمره (و شركة ان ربح و غصب ان خالف و ان أجاز) رب المال (بعده) لصيرورته غاصبا بالمخالفة(الشامية ٥/ ٦٤٥،٦٤٦)

و قال العلامة الرافعى رحمه الله تعالىٰ: (قول المصنف: ايداع ابتداء) أى فقط فلا ينافى أنها كذلك بقاء و المراد بالايداع الأمانة و يدل عليه قول الكنز و المضارب أمين و بالتصرف الخ لا حقيقة الايداع (التقريرات ٢٤٠، الشامية:٥)

و قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ : (لا) يملك (المضاربة) و الشركة و الخلط بمال نفسه (الا باذن أو اعمل برأيك) اذ الشىء لا يضمن مثله (و) لا (الاقراض و الاستدانة و ان قيل له ذلك) أى اعمل برأيك لأنهما ليسا من صنيع التجار فلم يدخلا فى التعميم (ما لم ينص) المالك (عليهما) فيملكهما و

ان استدان كانت شركة وجوه و حينئذ (فلو اشترى بمال المضاربة ثوبا و قصر بالماء أو حمل) متاع المضاربة (بماله و) قد (قيل له ذلك فهو متطوع) لأنه لا يملك الاستدانة بهذه المقالة(الشامية ٥/٦٤٩،٦٥٠)

(۱۰) حوالہ جات ''مضاربہ نامہ کی شق نمبر۸'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۱) قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى: ومنها : أن يكون رأس مال الشركة عينا حاضرا لا دينا ولا مالا غائبا فإن كان لا تجوز عنانا كانت أو مفاوضة لأن المقصود من الشركة الربح وذلك بواسطة التصرف ولا يمكن في الدين ولا المال الغائب فلا يحصل المقصود وإنما يشترط الحضور عند الشراء لا عند العقد لأن عقد الشركة يتم بالشراء فيعتبر الحضور عنده حتى لو دفع إلى رجل ألف درهم فقال له : أخرج مثلها واشتر بهما وبع فما ربحت يكون بيننا فأقام المأمور البينة أنه فعل ذلك جاز وإن لم يكن المال حاضرا من الجانبين عند العقد لما كان حاضرا عند الشراء.(بدائع الصنائع،٥/٧٩،ط:رشيديه جديد)

(۱۲) قال العلامة ابن قدامة الحنبلي رحمه الله تعالى : فأما العروض فلا تجوز الشركة فيها في ظاهر المذهب .نص عليه أحمد في رواية أبي طالب وحرب.وحكاه عنه ابن المنذر......وعن احمد رواية اخرى ان الشركة والمضاربة تجوز بالعروض وتجعل قيمتها وقت العقد راس المال ...... وهو قول مالك.(المغني ١٢٤/٧،ط:هجر،قاهره)

(۱۲) حوالہ جات ''مضاربہ نامہ کی شق نمبر۱۰'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۳) حوالہ جات ''مضاربہ نامہ کی شق نمبر۱۱'' کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ضمیمہ نمبر ۱﴾

ملک بھر کے کئی جید مفتیانِ کرام جو افتاء کے میدان میں نصف صدی کا تجربہ رکھتے ہیں، نے جامعہ بنوریہ العالمیہ سائٹ کراچی کے فتویٰ کو رد کرتے ہوئے جامعہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے درج ذیل فتویٰ کی تصدیق و تصویب فرمائی ہے۔

(۱) حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب مدظلہ العالی

رئیس و صدر مفتی جامعۃ الحمید لاہور (سابق مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۲) حضرت مولانا مفتی محمد عیسی گورمانی صاحب مدظلہ العالی

رئیس دارالافتاء جامعہ فتاح العلوم گوجرانوالہ

(۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ شیخ صاحب مدظلہ العالی

رئیس دارالافتاء جامعہ اسلامیہ کلفٹن و جامعہ مدینۃ العلوم ناظم آباد کراچی

(۴) شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ العالی

مہتمم و رئیس دارالافتاء الجامعۃ العربیہ احسن العلوم، گلشن اقبال کراچی

(۵) حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمجید دین پوری صاحب مدظلہ العالی

نائب رئیس دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

السوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ کرام جواز کے اس فتویٰ کے بارے میں جو ''جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی'' سے مضاربت کے حوالے سے تحریر ہوا، جو ثبوت پیش کیے ہیں کیا وہ اس کاروبار کے لیے کافی ہیں؟ اپنی رقوم لگا سکتے ہیں؟ کیا یہ جائز طریقہ ہے؟ اس سے حاصل شدہ مال جائز ہے؟

برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

مستفتی: بندہ مختار احمد، میٹروول کراچی
(0333-2586166)

الجواب باسم ملهم الصواب

آپ کا ارسال کردہ جامعہ بنوریہ العالمیہ سے جاری شدہ فتویٰ اور اس کے ساتھ منسلک وضاحتی تحریروں پر غور کیا گیا۔ اس فتوے کی بنیاد دو باتیں ہیں:

[۱] بھائی شفیق الرحمٰن کی تحریری وضاحتیں:

(الف) کمپنی کے ایک ''باہمی معاہدہ مضاربت'' میں تحریر ہے:

''فریق دوئم اس رقم کو اپنے پاور کیبل، فیز سلیکٹر اور بریکر اور انویٹر اور بجلی کے سامان وغیرہ سے متعلق کاروبار میں لگائے گا، اس مال کی خریداری اور اس سے آگے بیچنے اور کمپنی پر لگانے پر جو فائدہ حاصل ہوگا اس کے چار حصے کیے جائیں گے، تین حصے فریق اول کو ملیں گے اور ایک حصہ فریق ثانی کو ملے گا''۔

اور جوابِ تنقیح میں یوں تحریر ہے:

''اس (ٹھیکہ) میں تین کام ہوتے ہیں ایک میٹریل کی خریداری دوسرے اس کے بعد متعلقہ کمپنی پر بیچنا اور تیسرے ان اشیاء کی فٹنگ اور ان تینوں کاموں پر مجھے الگ الگ منافع ہوتا ہے اور میں پہلے کام کے منافع میں لوگوں کو شریک کرتا ہوں، جامعہ سے رقم لینے والوں کو دو کاموں یعنی میٹریل کی خریداری اور اسے کمپنی پر بیچنے سے جو نفع حاصل ہو وہ دیتا ہوں، تیسرا نفع یعنی ٹھیکہ سے حاصل ہونے والی رقم میں خود لیتا ہوں جبکہ جامعہ کے علاوہ لوگوں اور غیر علماء سے میٹریل کے کل نفع کا آدھا لیتا ہوں''۔

(ب) جوابِ تنقیح میں تحریر ہے:

ہمارے کچھ پرانے ساتھی ہیں، میں ان کے ساتھ بطور مضاربت کام کرتا

ہوں،اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے میں ان کو سودا بتاتا ہوں کہ یہ کام ہے اور اتنے دنوں کا کام ہے اور اتنی اصل رقم ہے اور اتنا منافع ہے .... (آگے تحریر ہے)..........میرا جن افراد کے ساتھ معاہدہ ہوتا ہے ان کے سامنے سودا رکھتا ہوں اور اس کا نفع بتاتا ہوں اور اس کی ریٹرن (واپسی کی) مدت بتاتا ہوں اور ہر ایک کا سودا الگ الگ رکھتا ہوں''۔

(ج) جوابِ تنقیح میں تحریر ہے:

''اس ٹھیکہ داری کے علاوہ بھی میرے دوسرے کاروبار ہیں جیسے گڈانی سے اسکریپ کا مال اٹھانا یا کسی فیکٹری وغیرہ سے نیز میں فرنیچر کا کاروبار بھی کرتا ہوں جو امارات سے لاکر عمان میں بیچتا ہوں''۔

(د) کمپنی کے طریقہ کار میں تحریر ہے:

''سب سے پہلے میں اپنے متعلقہ فیکٹری میں جسے مال کی ضرورت ہوتی ہے ان سے مال کی تفصیل معلوم کرتا ہوں مثلاً یہ کہ کتنی پاور کیبل کتنے بریکر پینل، کتنے پاور فیکٹر اور انویٹر وغیرہ کی ضرورت ہے، یہ بھی معلوم کرتا ہوں کہ یہ مال کتنے دنوں میں چاہیے؟ یہ کہ اس کی پیمنٹ کی ادائیگی کا طریقہ کار کیا ہوگا اور کتنے وقت میں ہوگی؟ پھر اگر وہ ایک سال کے لیے ادھار مانگتا ہے تو ہم کم کر کے بات کرتے ہیں یہاں تک کہ سات یا آٹھ ماہ میں بات طے ہوجاتی ہے'' ......(آگے تحریر ہے)..........''پھر جب اس معاملے کی مدت ختم ہوجاتی ہے تو اصل رقم اور منافع رقم والے کے سپرد کردیتے ہیں اگر وہ کسی دوسرے معاملے میں رقم لگانا چاہے تو بتادیتا ہے ورنہ اس کی رقم اسے واپس کردی جاتی ہے''۔

(د) اس کاروبار کے نفع کی اوسطاً مقدار کیا ہے؟اس کو بھی انہوں نے ایک معاہدہ جو مؤرخہ 07-05-2012 کو ہوا ہے، کی صورت میں خود پیش کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسطاً فی ماہ ایک لاکھ پر تقریباً چوبیس ہزار یا اڑتالیس ہزار روپے نفع ہوتا ہے۔

معاہدے کی تحریر درج ذیل ہے :

﴿معاہدہ﴾

''فریقِ اول رب المال.......... فریقِ ثانی مضارب.......... آج مورخہ 07-05-2012 کو فریقِ اول نے فریقِ ثانی کو بطورِ مضاربت 32,16,000 بتیس لاکھ سولہ ہزار روپے دیے تھے، تین ماہ کی مدت پر۔ جس کا فریقِ اول کو متوقع حصہ ان شاءاللہ تیئس لاکھ تیس ہزار روپے ملے گا''۔

[۲] بعض مستند علماء کا کاروبار کا مشاہدہ کرنا۔

جبکہ یہ دونوں باتیں درج ذیل وجوہ کی بناء پر جواز کے لیے کافی نہیں ہیں۔

﴿۱﴾ تحریری وضاحتوں میں دو تعارض ہیں لہٰذا اس کو حل کروا کر صحیح صورت کی تعیین ضروری ہے۔

تعارض نمبر ۱ : جوابِ تنقیح میں منافع آدھو آدھ لینے کا تذکرہ ہے اور عملی مضاربہ نامہ مورخہ 14-11-2009 میں 75% اور 25% فیصد کا ذکر ہے۔

تعارض نمبر ۲ : جوابِ تنقیح میں تصریح ہے کہ ''جامعہ سے رقم دینے والوں کو پہلے دو کاموں یعنی میٹریل کی خریداری اور اسے کمپنی پر بیچنے سے جو نفع حاصل ہو وہ دیتا ہوں، تیسرا نفع یعنی ٹھیکے سے حاصل ہونے والی رقم میں خود لیتا ہوں جبکہ جامعہ کے علاوہ لوگوں اور غیر علماء سے میٹریل کے کل نفع کا آدھا لیتا ہوں''، جبکہ مولانا حافظ عبد اللہ ولد حاجی لالا خان سے معاہدہ مضاربت مورخہ 14-11-2009 میں کل نفع کے بجائے 75% فیصد نفع دیا گیا ہے، باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ یہ مضاربت نامہ حافظ عبد اللہ ولد حاجی لالہ خان کا ہے جو عالم بھی ہے اور جامعہ بنوریہ سے متعلق

ایک فرد بھی ہے۔

﴿۲﴾ تحریری معاہدے میں جو منافع کی شرح ہے وہ عادۃً ممکن نہیں لہٰذا اس سلسلے میں باوثوق ذریعے سے درج ذیل معلومات لینا ضروری ہیں:

(الف) بتیس لاکھ سولہ ہزار کا بجلی کا سامان کس فیکٹری سے خریدا ہے؟ اس فیکٹری کی معاہدے کے مطابق رسید دکھا کر فیکٹری کے ذمہ داران سے ملاقات کرائیں۔

(ب) جس فیکٹری نے 46,60,000=23,30000+23,30000 (جبکہ رب المال غیر عالم اور غیر متعلق بالجامعہ ہو) یا 31,00,666=7,76,666+23,30000 (جبکہ رب المال مولانا حافظ عبداللہ ولد حاجی لالا خان ہو، (جیسا کہ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے) جس کے ساتھ اسٹامپ پیپر کے معاہدے میں 75%، 25% کی شرح سے تقسیمِ منافع کی شرح طے ہوئی ہے) کے منافع پر تین مہینے کے ادھار کی بنیاد پر بتیس لاکھ سولہ ہزار کا مال خریدا ہے اس کی اصلی رسید دکھا کر ذمہ داران سے ملاقات کرائیں۔

(ج) اس قسم کی خرید وفروخت کے ٹھیکے روزانہ وجود میں آتے ہیں یا ہفتہ وار یا پندرہ دن یا ماہانہ بنیاد پر۔

﴿۳﴾ تحریری وضاحتوں میں بھائی شفیق نے صاف لکھ کر دیا ہے کہ ”میں سودا بتاتا ہوں، اصل رقم بتاتا ہوں، نفع بتاتا ہوں اور واپسی کی مدت بتاتا ہوں اور عموماً لکھ کر دیتا ہوں“ اس دعویٰ کی تصدیق کے لیے درج ذیل سوالات کے جوابات معلوم کرنا ضروری ہیں :

(الف) جب سرمایہ اور نفع اور مدت بتادی تو پھر متوقع کہنے کی کیا وجہ؟

(ب) یہ مضاربت کی صورت ہے یا وکالت بالاجرۃ وبدونِ الاجرۃ کی، جبکہ مضاربت میں تو نفع کا اتا پتہ ہی نہیں ہوتا، صرف شرح طے ہوتی ہے۔

﴿۴﴾ تحریری وضاحتوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ ”ہر رب المال کا مال الگ رکھا جاتا ہے“ الخ..اس کے ممکن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ بھائی شفیق صاحب سے یہ پوچھا جائے کہ:

(الف) آپ کے کل ارباب الاموال اور ایجنٹ کتنے ہیں؟

(ب) یہ ایجنٹ ہر دن یا ہفتہ یا پندرہ دن یا مہینے میں اوسطاً کتنا مال لوگوں سے لے کر آپ (مضارب شفیق) کے پاس جمع کرتے ہیں؟

(ج) ہر ایجنٹ کے ساتھ سودے کا معاملہ روزانہ ہوتا ہے یا ہفتہ وار یا پندرہ روز یا ماہانہ؟

(د) جس ایجنٹ نے لوگوں سے مختلف مدتوں کے لیے رقوم جمع کیں اس کے لیے ایک معاملہ ہوتا ہے یا کئی معاملات ہوتے ہیں؟

﴿۵﴾ تحریری دستاویزات میں یہ بھی ہے کہ اسکریپ اور فرنیچر کا کاروبار کرتا ہے اس سے متعلق درج ذیل وضاحتیں ضروری ہیں:

(الف) کیا اسکریپ اور فرنیچر کے کاروبار میں بھی فیکٹریوں میں کیبل وغیرہ بجلی کے سامان میں ٹھیکوں اور سودوں کی طرح، اصل مال، منافع، سودا اور واپسی کی مدت وغیرہ پہلے بتائی جاتی ہے یا نہیں؟

(ب) اس کاروبار کے لیے اس وقت کتنا سرمایہ اکٹھا ہوا ہے؟

(ج) منصوبے کے مطابق مزید کتنے سرمایہ کی ضرورت ہے؟

(د) منصوبہ محدود سرمائے کا ہے یا غیر محدود سرمائے کا؟

(ھ) اسکریپ صرف اپنے ملک میں خرید کر بیچا جاتا ہے یا بیرونِ ملک سے بھی منگوایا جاتا ہے؟ اگر بیرونِ ملک سے بھی درآمد کیا جاتا ہے یا برآمد کیا جاتا ہے تو اس تجارت کا لائسنس، ایل سی اور کسٹم کی دستاویزات دکھانا بھی ضروری ہیں۔

(و) اسکریپ کا مال بھی ہر ایک رب المال اور ایجنٹ کے لیے الگ الگ سودا کر کے خریدا

جاتا ہے یا سب کے لیے مشترک؟

(ز) علماء اور جامعہ بنوریہ عالمیہ سے تعلق رکھنے والے ایجنٹوں کی رقوم اسکریپ کے کاروبار میں لگائی جاتی ہیں یا نہیں؟ اگر لگائی جاتی ہیں تو اس صورت میں سارا نفع ان حضرات کو دیا جاتا ہے یا مضارب (شفیق) بھی کچھ رکھتا ہے؟ کیونکہ اسکریپ کی خرید و فروخت میں فٹنگ کے ٹھیکے تو نہیں ہوتے۔

﴿۶﴾ فرنیچر کے بارے میں وضاحتوں میں یہ تحریر ہے کہ ''امارات سے لے کر عمان میں بیچتا ہوں'' الخ...... لہٰذا اس بات کی تصدیق کے لیے درج ذیل امور ضروری ہیں :

(الف) عمان اور امارات دونوں ملکوں کے کفیلوں کے نام، پتے، ٹیلی فون نمبر اور ان کے نام کے تجارتی اجازت نامے دکھانا ضروری ہیں۔ کیونکہ وہاں تو کفیل کے بغیر کوئی غیر ملکی کام نہیں کرسکتا۔

(ب) جس کفیل کا نام اور لائسنس استعمال کیا جاتا ہے اس کو اس کے عوض کتنی رقم دی جاتی ہے؟ اور آیا یہ رقم دینا جائز ہے یا ناجائز؟

(ج) بجلی کے سامان خریدنے اور لگانے کا ٹھیکہ دینے کے لیے جیسے فیکٹری مالکان بھائی شفیق کے منتظر اور پہلے سے آرڈر بک کرائے رہتے ہیں، بھائی شفیق سے فرنیچر کے خریدار بھی امارات سے سپلائی کے پہلے سے منتظر رہتے ہیں یا مال دکان میں قسمت پر ڈال دیتے ہیں کہ جو آئے خریدے۔

(ج) اس کاروبار میں لوگوں سے رقم لینے کی کیا صورت ہے؟

(د) علماء اور جامعہ بنوریہ عالمیہ سے تعلق رکھنے والے ایجنٹوں کی رقوم فرنیچر کے کاروبار میں لگائی جاتی ہیں یا نہیں؟ اگر لگائی جاتی ہیں تو اس صورت میں سارا نفع ان حضرات کو دیا جاتا ہے یا مضارب (شفیق) بھی کچھ رکھتا ہے؟ کیونکہ فرنیچر کی خرید و فروخت میں فٹنگ کے ٹھیکے تو نہیں ہوتے۔

(ھ) فتویٰ میں مفتیانِ کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ "فرنیچر اور اسکریپ کے کاروبار کے لیے وسیع پیانے پر سرمائے کی ضرورت ہے" تو یہ مفتیانِ کرام بتائیں کہ وسیع پیانہ محدود ہے یا غیر محدود؟ محدود ہے تو اس کی مقدار بتائیں اور اس وقت تک جو سرمایہ اس کے لیے جمع ہوا ہے وہ کتنا ہے اور مزید کتنے کی ضرورت ہے؟ اور اگر غیر محدود ہے تو تجارت کی دنیا میں اس کی کوئی مثال پیش کریں۔

﴿۷﴾ فتویٰ میں دوسری بنیاد کہ "جامعہ بنوریہ کے کچھ مستند اور قابلِ اعتماد علماء نے اس کاروبار کا مشاہدہ کیا ہے" اس مشاہدہ کو جواز کی دلیل اس وقت بنایا جا سکتا ہے جب کہ یہ درج ذیل تفصیلات پر مشتمل ہو :

(الف) سرمائے کے مطابق پورے کاروبار کا مشاہدہ کیا ہو، جزوی سامان دیکھنا کافی نہیں ہے اور سرمائے کے مطابق مشاہدہ کے لیے ضروری ہے کہ انہیں کل سرمایہ باوثوق ذریعے سے معلوم بھی ہو اور پھر اس کے مطابق کاروبار دکھایا گیا ہو، اس کاروبار کی سمجھ اور مہارت بھی ہو کہ واقعی یہ کاروبار اتنی مالیت کا ہے کیونکہ حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ہر شعبے میں اس شعبے کے ماہرین کی رائے کو فیصل اور معتبر قرار دیا ہے، جیسے بیوع میں خیارِ عیب سے متعلق اور چشمہ دار کنواں ناپاک ہو جائے تو اس میں پانی کی مقدار کا فیصلہ وغیرہا من الامثلہ۔ لہٰذا ان مستند علماء کے بارے میں یہ یقین کرانا بھی ضروری ہے کہ یہ ان کاروباری شعبوں کے ماہر بھی ہیں۔

(ب) روزمرہ کے خرید وفروخت اور لین دین کے معاملات کا معائنہ اور مشاہدہ کر چکے ہوں اور کس طرح خریدنے کے بعد قبضہ کر کے مال اٹھاتے ہیں اور کہاں رکھتے ہیں اور کیسے دوسرے کے ہاتھ فروختگی کے معاملات شروع کرتے ہیں؟

(ج) جن فیکٹریوں پر مال بیچتے ہیں اس فروخت کے معاملے کا عملاً مشاہدہ کرانا ضروری ہے۔

(د) تحریر میں جو منافع لکھے ہیں کیا کاروبار سے اتنے ہی منافع حاصل ہوتے ہیں اور تحریر کے مطابق تقسیم ہوتے ہیں؟ اس کا عملی مشاہدہ بھی ضروری ہے۔

اس فتوی میں یہ الزام بھی عائد کیا گیا ہے کہ ''جو حضرات اس کاروبار سے متعلق عدمِ جواز کے شبہات رکھتے ہیں وہ اس کاروبار کی حقیقت سے ناواقف ہیں یا انہیں غلط معلومات فراہم کی گئی ہیں''۔

اس الزام سے متعلق اتنا عرض ہے کہ یہ حضرات جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، جامعہ دار العلوم کراچی، جامعہ فاروقیہ، جامعۃ الرشید، جامعۃ العربیہ احسن العلوم اور جامعہ اسلامیہ دار العلوم تعلیم القرآن نورانی مسجد میٹھادر صرافہ بازار کراچی کے اکابر مفتیانِ کرام کو فیصل بنا کر ان کے سامنے بھائی شفیق الرحمٰن اور اس کاروبار سے متعلق جواز اور عدمِ جواز کا فتوی دینے والوں کو بلائیں اور ان کے سامنے ہر فریق فتوی کی بنیاد کی وضاحت کرے تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ کون سا فتوی حقیقت پر مبنی ہے؟

بنیادی معلومات :

نیز ایسی تجارتی کمپنی سے بنیادی طور پر درج ذیل معلومات حاصل کرنا بھی ضروری ہے :

(۱) اگر کمپنی حصص پر مشتمل ہے تو اب تک کتنی مالیت کے حصص (شیئرز) جاری کیے گئے ہیں؟

(۲) لوگوں سے سرمایہ کی وصولی اور ان پر نفع کی تقسیم نقداً ہوتی ہے یا بذریعہ بینک؟ نیز حتمی نفع دیا جاتا ہے یا تخمینی علی الحساب؟

(۳) کیا کمپنی کو عوام سے نقد رقم وصول کرنے کا قانونی اجازت نامہ حاصل ہے؟

(۴) جن لوگوں سے سرمایہ وصول کیا جاتا ہے انہیں کمپنی کے شیئرز دیے جاتے ہیں یا کوئی سرٹیفکیٹ؟ اگر سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے تو اس کی کوئی قانونی حیثیت ہوتی ہے یا محض عام سادہ کاغذ پر نجی تحریر؟ جیسے مؤرخہ 07-05-2012 کے معاہدہ نامے کا کاغذ جو فتوی کے ساتھ ملفوف ہے۔

(۵) کمپنی کا قانونی طور پر منظور شدہ نام، منظور شدہ قوانین (میمورنڈم آف آرٹیکلز)، بیلنس شیٹ، سالانہ رپورٹ، آڈٹ رپورٹ دکھائی جائے۔

(۶) کیا آمدنی پر حکومتی قانون کے مطابق ٹیکس ادا کیا جاتا ہے یا نہیں؟ اگر ادا کیا جاتا ہے تو اس کی تفصیلات بتائی جائیں۔

(۷) کیا کمپنی کی جانب سے بیرونِ ملک سرمایہ کاری کی جاتی ہے؟ اگر کی جاتی ہے تو رقوم کی بیرونِ ملک ترسیل بذریعہ بینک ہوتی ہے یا بذریعہ حوالہ؟

(۸) بیرون ملک سرمایہ کاری کرنے کا اجازت نامہ۔

(۹) اس وقت کمپنی کا کل سرمایہ کتنا ہے؟ اور مزید کتنے سرمائے کی ضرورت ہے؟

(۱۰) منصوبہ کتنے سرمائے تک کاروبار کا ہے؟

تنبیہ: مندرجہ بالا امور کی وضاحت اور تفصیلات پر جواز کا فتویٰ موقوف ہوگا تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ کاروبار مکمل طور پر شریعت کے مطابق ہو رہا ہے اور اس کاروبار کی واقعۃً خارج میں ایک حیثیت اور وجود بھی ہے کیونکہ ماضی میں کئی ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں جن میں اس قسم کے کثیر منافع کی لالچ دے کر عوام کو ان کے خون پسینے کی کمائی سے محروم کر دیا گیا لہٰذا اُن تجربات اور امثلہ کے پیش نظر اگر آج بھی اس قسم کا کوئی کاروبار سامنے آئے تو علماء ومفتیانِ کرام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان سے مکمل وضاحت طلب کریں تاکہ ماضی جیسے واقعات کی روک تھام ہو سکے۔

الحاصل: شفیق کیبل مرچنٹ اور شفیق انٹر پرائز کا کاروبار بھی ’’پونزی اسکیم‘‘ کا حصہ ہے، جس میں شرکت کرنا ناجائز اور نفع حرام ہے۔ اس اسکیم کی حقیقت یہ ہے اس میں کاروبار یا تو سرے سے ہوتا ہی نہیں یا برائے نام ہوتا ہے اور ارباب الاموال اور شرکاء کو ان کی اپنی جمع کردہ رقوم سے یا نئے آنے والے سرمایہ کاروں کی رقوم سے ہی ماہانہ کچھ رقم منافع کے نام سے دی جاتی ہے۔

اس اسکیم یا سسٹم کا زوال جلد یا بدیر مقدر ہوتا ہے کیونکہ سرمایہ اور ڈپازٹ جس قدر بھی زیادہ ہو، بہر حال سرمایہ لگانے والوں کو ادائیگیوں میں تسلسل کی وجہ سے اس سرمائے میں کمی ہوتی رہتی ہے اور جب بھی جدید سرمائے کی آمد میں خلل واقع ہوتا ہے تو یہ کاروبار بلندی سے پستی کی طرف جاتے جاتے بالآخر ختم ہو جاتا ہے اور اس اسکیم کے ذمہ داران منظرِ عام سے بالکل غائب ہو جاتے ہیں۔

اس اسکیم کا بانی چارلس پونزی (Charles Ponzi/March 3, 1882-January 18, 1949) جس نے فروری 1920ء تا اکتوبر 1920ء اس اسکیم کو امریکہ کے شہر بوسٹن میں چلایا، نومبر 1920ء میں گرفتار ہو کر فراڈ کے الزام میں جیل چلا گیا۔ یہی اسکیم کئی سال قبل پاکستان میں ڈبل شاہ کے نام سے بعض علاقوں میں شروع کی گئی جو یہ لالچ دے کر مشہور کراوئی گئی کہ قلیل مدت میں سرمایہ دگنا ہو جائے گا، ڈبل شاہ بھی کچھ عرصہ بعد اس فراڈ میں گرفتار ہوا۔ اس پونزی اسکیم کی مکمل تفصیل درج ذیل ویب سائٹس پر موجود ہے۔

http://en.wikipedia.org/wiki/Ponzi_scheme

http://en.wikipedia.org/wiki/Charles_Ponzi

http://en.wikipedia.org/wiki/List_of_Ponzi_schemes

http://en.wikipedia.org/wiki/Double_Shah

اور ابھی حال ہی میں کوہاٹ، ہنگو، دوابہ وغیرہ علاقوں میں اس ''پونزی اسکیم'' کی طرز پر کاروبار کرنے والا ایک شخص ''افضل خان المعروف ڈبل شاہ'' بھی بالکل اسی طرح لوگوں سے ان کی جمع پونجی اور کمائی لے کر جو شروع میں حیران کن نفع دیتا رہا اور بالآخر غائب ہو گیا۔ جس کے عینی شاہد علاقائی عوام ہیں اور مزید تفصیل روزنامہ ''آج'' پشاور مؤرخہ ۱۴/ اکتوبر ۲۰۱۲ء میں دیکھی جا سکتی ہے۔

تنبیہ : ان کمپنیوں سے متعلق عدمِ جواز کے وجوہ کی مدلل تفصیل رسالہ ''مروجہ تجارتی کمپنیاں اور اسلامی شرکت و مضاربت'' جو اکابر علماءِ کرام کی تقریظات کے ساتھ شائع ہوا

ہے، میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ: محمد عثمان زاہد

دارالافتاء جامعہ خلفائے راشدین ﷺ

گریکس ماڑی پور کراچی

۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

﴿مدعی سست اور گواہ چست﴾

واضح رہے کہ ''بھائی شفیق الرحمٰن'' سے جب ''دارالافتاء جامعہ بنوریہ العالمیہ'' کی جانب سے بطور تنقیح سوال کیا گیا کہ ''چلتے ہوئے کاروبار میں آپ رقم کیسے شامل کرتے ہیں؟'' تو بھائی شفیق الرحمٰن کی جانب سے یہ وضاحت کی گئی:

''میرا کوئی مستقل ٹھیکہ نہیں کہ اس میں ہر وقت لین دین ہوتا ہو بلکہ میں مختلف کمپنیوں سے وابستہ ہوں، ان میں جو کام نکلتا ہے یا میٹریل درکار ہوتا ہے وہ مجھ سے رابطہ کر کے اپنی ڈیمانڈ رکھتے ہیں اور پھر بوقتِ ضرورت میں اپنے ان متعلقین سے رابطہ کر کے مذکور طریقے پر سودا اور نفع وغیرہ رکھتا ہوں اس لیے چلتے ہوئے کاروبار میں رقم لگانے کی نوبت نہیں آتی''۔

اس وضاحت کے بعد ''دارالافتاء جامعہ بنوریہ العالمیہ'' کے جواب میں درج ذیل حصہ انتہائی قابلِ تعجب اور قابلِ تبصرہ ہے:

''جامعہ بنوریہ عالمیہ کے بعض مستند اور قابل اعتماد علماء نے اس کاروبار کا بذاتِ خود مشاہدہ بھی کیا جس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کا بنیادی کاروبار باقاعدہ ایک حیثیت اور وجود رکھتا ہے''۔

تبصرہ: مذکورہ بالا دونوں عبارتوں پر اگر غور کیا جائے تو ہر ذی فہم بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ''مدعی سست اور گواہ چست'' کا معاملہ ہے، کیوں کہ جب خود ''بھائی شفیق الرحمٰن'' کا دعوی یہ ہے کہ ''میرا کوئی چلتا کاروبار نہیں کہ جس میں ہر وقت پیسے لیتا رہوں'' تو ان قابلِ اعتماد علمائے کرام کے مشاہدے کا دعویٰ کرنا چہ معنی دارد؟

یاد رکھیے! کہ شفیق الرحمٰن کا دعویٰ نہ فیکٹری کا ہے، نہ گودام میں مال پڑے ہونے کا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے چلتے کاروبار کا ہے۔ اس کا دعویٰ صرف اتنا ہے کہ میرے پاس کمپنیوں کے آرڈر پڑے ہوئے ہوتے ہیں اور میں ان سے مستقل رابطے میں ہوتا ہوں، ان کے آرڈر کے مطابق ارباب الاموال سے

سرمایہ لے کر مال خرید کر ان کمپنیوں کے حوالے کرتا ہوں۔ اسکریپ اور فرنیچر کا کاروبار بھی چلتا ہوا نہیں ورنہ شفیق الرحمٰن صاحب کی وضاحت پر خود جامعہ بنوریہ العالمیہ کے مفتیانِ کرام اشکال کرتے۔ اذلیس فلیس

لہٰذا ان کا کاروبار خارج میں بھی ہے یا صرف کاغذی کاروائی ہے اس کا یقین حاصل کرنے کے لیے درج ذیل طریقے پر مشاہدہ اور معاینہ ضروری ہے۔

جن ارباب الاموال سے سرمایہ لے کر تحریری یا زبانی معاہدہ کیا ہے، اس کے مطابق اس کے ساتھ کوئی جا کر ان کی خریداری کو دیکھے پھر یہ مال یہاں سے اٹھا کر جس کمپنی اور فیکٹری کو بیچ رہا ہے وہاں جا کر ان سے جو معاملہ کرتا ہے اس کو بھی دیکھے یا خریدنے اور بیچنے کی اصلی رسیدوں کو دیکھے۔ تو ایسا شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اس کے کاروبار کا ایک یا دو معاملے خود دیکھے ہیں یا اصلی رسیدیں یقینی بنیادوں پر دیکھی ہیں۔

مفتیانِ کرام سے گزارش: اگر مندرجہ بالا طریقے پر ان مفتیانِ کرام کے پاس مشاہدہ ہے تو معاملہ کے معاہدوں کی دستاویزات کے مطابق خریداری اور فروختگی کا مشاہدہ یا ان کی اصل رسیدوں کا معائنہ کر چکے ہیں تو براہِ کرم جس مالیت کے معاہدوں کی خریداری اور اس پر نفع کے ساتھ فروختگی کا مشاہدہ کیا گیا ہے تو ان میں سے کم از کم تین معاہدوں کے مشاہدوں کے ثبوت اور خرید و فروخت کی رسیدیں، یقینی بنیادوں پر وضاحت کے ساتھ عام مسلمانوں کو بتادی جائیں یا کم از کم جو دو معاہدوں کی دستاویزات استفتاء اور فتوی کے ساتھ لف ہیں جن میں سے ایک میں نفع کا بھی ذکر ہے ،تو اس ایک معاہدے کے مطابق تو مفتیانِ کرام کو یقیناً مشاہدہ یا اصلی رسیدوں کا معائنہ ہوگا۔ لہٰذا اس کے مطابق 32,16,000 (بتیس لاکھ سولہ ہزار) کی خریداری کی اصلی رسید کی کاپی جس میں خریداری کی جگہ کی تعیین بھی ہو اور تین مہینے کے ادھار پر جس فیکٹری کو 23,30,000 (تیئیس لاکھ تیس ہزار) کے نفع کے ساتھ بیچا ہے، اس کی رسید کی فوٹو کاپی مع تعیینِ جگہ فتوی کے ساتھ لف کرنا ضروری ہے تا کہ ہر ایک کو یقین ہو جائے کہ شفیق الرحمٰن صاحب کا جس کاروبار کا دعویٰ ہے انہوں نے اسی کاروبار کا مشاہدہ کیا ہے۔

﴿ضمیمہ نمبر۲﴾

الیگزرگروپ آف کمپنیز نے مختلف ممالک میں جن جن کاروبار کا دعویٰ کیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس سلسلے میں ''ماہنامہ الحسن'' ترجمانِ جامعہ اشرفیہ لاہور میں ''حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب زید مجدہم'' کا ایک کافی شافی مضمون جو فروری ۲۰۱۳ء کے شمارے میں شائع ہوا ہے، جس میں مفتی صاحب نے ان کمپنیوں کے جھوٹ اور فریب پر مشتمل دعووں کی قلعی کھول کر حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے اور علماء حق کی جانب سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ **فجزاہ اللہ تعالی احسن الجزاء.**

قارئین کی معلومات میں اضافے اور اس کمپنی کے دھوکہ اور فریب کو واضح کرنے کے پیش نظر مضمونِ مذکور کو بلفظہٖ اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔

کیپ ایبل ایشیا اور الیگزرگروپ آف کمپنیز کے کاروبار پر عدم اطمینان کا اظہار

تحریر: مفتی محمود احمد جامعہ اشرفیہ لاہور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم.

کیپ ایبل ایشیا یا الیگزرگروپ آف کمپنیز کے نام سے مضاربہ کی بنیاد پر کام کرنے والی بعض کمپنیوں کے بارے میں پاکستان کے دینی مدارس کے مختلف دارالافتاؤں میں سوالات آتے رہے ہیں اور دارالافتاؤں سے بہت محتاط انداز سے ایک جامع جواب دیا جاتا رہا ہے کہ مذکورہ بالا کمپنیز اگر مستند مفتیان کرام اور کسی معتبر دارالافتاء سے اپنے کاروبار کا مکمل شرعی آڈٹ کرائیں اور اگر کوئی خامی ہو تو اس کی اصلاح کی کوشش کریں، تاہم اس حوالے سے کسی معتبر انداز سے کام سامنے نہیں آیا اور نہ ہی اس بارے میں کسی سنجیدہ کوشش کا پتہ چلا، حالیہ دنوں میں اس کے بارے میں سوالات کی کثرت نے حضرات علماءِ کرام کو خود سے اس کا جائزہ لینے اور عوام الناس کو اپنی آراء سے مطلع کرنے پر مجبور کیا ہے، چنانچہ اس کے بارے میں مجالس مذاکرہ منعقد ہوئیں جن میں ایک مجلس جامعہ اشرفیہ لاہور میں 13-12-2012 کو حضرات مفتیانِ کرام اور کاروباری و تاجر حضرات کی موجودگی میں ہوئی جس میں

تاحال ان کمپنیوں کی کارکردگی اور حکومت پاکستان کے بعض انویسٹی گیشن اداروں کی طرف سے شائع ہونے والی رپورٹس کا جائزہ بھی لیا گیا اور اس کمپنی کی تفصیلات جاننے کے لیے ان کی ویب سائٹ www.elixirgroup.co سے معلومات 25 دسمبر 2012ء کو اکٹھی کی گئیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے: (واضح رہے کہ بوقت تحریر مندرجہ بالا ویب سائٹ بند ہے اور اس پر اَپ ڈیٹنگ کا میسج دیا گیا ہے)۔

الیگزر گروپ دنیا کے ساتھ ملکوں میں کاروبار کرتا ہے۔

1- الیگزر گروپ آف پاکستان۔ 2- الیگزر گروپ آف ملائیشیا۔
3- الیگزر گروپ آف متحدہ عرب امارات۔ 4- الیگزر گروپ آف ایتھوپیا۔
6- الیگزر گروپ آف تھائی لینڈ۔ 7- الیگزر گروپ آف سری لنکا۔

تبصرہ: الیگزر گروپ اتنا بڑا ہے کہ دنیا کے سات ملکوں میں ان کا کام پھیلا ہوا ہے لیکن کسی ملک میں بھی یہ گروپ رجسٹرڈ نہیں ہے اور وہاں کے سرکاری اداروں میں کوئی ریکارڈ نہیں رکھتا؟ پاکستان میں یہ گروپ کیپ ایبل ایشیاء کے نام سے ایک عرصہ تک کام کرتا رہا ہے جس کے خلاف S.E.C.P نے ایکسپریس اخبار 17 جولائی 2011ء کی اشاعت میں اطلاع عام کے عنوان سے کیپ ایبل ایشیاء کا نام لے کر کہا ہے کہ یہ کمپنی ہمارے ہاں رجسٹرڈ نہیں ہے اور یہ کمپنی معصوم لوگوں کو مارکیٹ سے زیادہ منافع دینے کا کہہ کر غیر قانونی طور پر رقم وصول کر رہی ہے اور اس اطلاع میں عوام کو اس کمپنی میں سرمایہ لگانے سے باز رہنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ بعد ازاں اس گروپ نے اپنا سابقہ نام بدل کر الیگزر گروپ آف کمپنیز نام رکھا ہے اور انہوں نے اس نام سے S.E.C.P کی ویب سائٹ کے مطابق مندرجہ ذیل تواریخ میں اپنی رجسٹریشن کروائی۔

-1	الیگزر ڈیری پرائیویٹ لمیٹڈ	رجسٹریشن 29 جون 2012ء
-2	الیگزر بیوریجز پرائیویٹ لمیٹڈ	رجسٹریشن 6 جولائی 2012ء
-3	الیگزر آٹو موبائل پرائیویٹ لمیٹڈ	رجسٹریش 6 اگست 2012ء
-4	الیگزر ہاؤسنگ پرائیویٹ لمیٹڈ	رجسٹریشن 7 اگست 2012ء
-5	الیگزر جنرل ٹریڈنگ	رجسٹریشن جون 2012ء

لیکن ان کی ویب سائٹ کے مطابق یہ گروپ 2009ء سے کام رہا ہے، اور گروپ کی جانب سے بیان کردہ تفصیل کے مطابق یہ گروپ کھربوں کا کاروبار پہلے سے کر رہا ہے اور رجسٹریشن کے مطابق یہ ابھی نو وارد بچہ ہے اور پاکستان کے سرکاری ادارے F.B.R کے مطابق ان کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔

واضح رہے کہ S.E.C.P ایک ایسا ادارہ ہے جس میں کسی بھی کمپنی کے نام کی رجسٹریشن کروائی جا سکتی ہے اور وہ نام اس کمپنی کے لیے بک ہو جائے گا۔ نیز ان لوگوں نے S.E.C.P کے ہاں اپنی کمپنیز کو بطور مینوفیکچرر ریکارڈ کروا کے دھوکہ دہی سے لوگوں کے سامنے اس کو مضاربہ کمپنی ظاہر کیا ہے۔ F.B.R میں اس کا ریکارڈ نہ ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے۔ اسی وجہ سے روزنامہ جنگ کی 9 دسمبر 2012ء کی اشاعت میں NAB کی جانب سے مندرجہ ذیل اشتہار شائع ہوا کہ NAB کے نوٹس میں یہ اطلاعات آرہی ہیں کہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر بعض افراد مضاربت اور مشارکت کی بنیاد پر 60-40 فیصد سالانہ منافع کی پرکشش پیشکش دے کر قوم اینٹھ رہے ہیں، دنیا کا بہترین جائز کاروبار تقریباً 25-20 فیصد منافع دیتے ہیں۔ یہ دھوکے باز رقم کو صرف ہاتھوں میں بدل رہے ہیں ایسے دھوکے باز لوگوں سے عوام الناس ہوشیار رہیں وگرنہ آپ کی رقم کے ضائع ہو جانے کے 100 فیصد امکان ہیں۔

یہ رپورٹ دیکھ کر الیگزر گروپ والے یقیناً یہ کہیں گے کہ ہم اس میں شامل نہیں کیونکہ ہمارا نام اس میں موجود نہیں لیکن اس رپورٹ میں موجود ایک ایک لفظ ان کی خصوصیات کو نمایاں کیے ہوئے ہے۔ کاروباری معاملات کا ادارک رکھنے والے لوگوں پر صورتحال مخفی نہیں رہ سکتی۔

الیگزر موٹر سائیکل:

الیگزر گروپ کی ویب سائٹ کے مطابق:

الیگزر گروپ پاکستان میں موٹر سائیکل بنانے کی مکمل طور پر پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنی ہے، کمپنی پبلک لمیٹڈ کے طور پر بنائی گئی ہے جس نے جنوری 2012ء میں موٹر سائیکل بنانے کا باقاعدہ آغاز کر دیا ہے الیگزر موٹر سائیکل بنانے کے لیے اس کاروبار پر تقریباً 45 ارب روپے خرچ کیے گئے ہیں اور حال میں تقریباً 85 ارب روپے مزید اس میں انویسٹ کیے گئے ہیں (ٹوٹل انویسٹمنٹ ایک کھرب 80 ارب روپے) اور الیگزر موٹر سائیکل مارکیٹ میں 13 فیصد شیئرز ہولڈ کرتی ہے۔

تبصرہ:

1-الیگزر آٹو موبائل کو ایک جگہ پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنی قرار دیا گیا ہے اور دوسری سطر میں اس کو پبلک کمپنی قرار دیا گیا ہے جو کھلا ہوا تضاد ہے، اس کے نام کی رجسٹریشن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پرائیویٹ کمپنی ہے اور اس کو لوگوں سے سرمایہ لینے کا کوئی حق نہیں ہے، جبکہ دوسرے لفظ پبلک کمپنی سے انہوں نے ظاہر کیا ہے کہ وہ لوگوں سے سرمایہ کاری لے سکتے ہیں جو کہ سراسر خلافِ حقیقت ہے۔

2-جس کمپنی نے جنوری 2012ء میں موٹر سائیکل بنانے کا آغاز کیا ہے اس نے موٹر سائیکل کی مارکیٹ کا 13 فیصد حصہ کس طور پر حاصل کر لیا ہے؟

3-اگر الیگزر موٹر سائیکل نے 13 فیصد حصہ حاصل کر لیا ہے تو اس نام کی موٹر سائیکل مارکیٹ میں بڑی تعداد میں موجود ہوتی کیونکہ پاکستان میں آٹو مارک 2012ء کی رپورٹ کے مطابق سال رواں میں کل پندرہ لاکھ اکاسی ہزار آٹھ سو نوے موٹر سائیکل تیار کی گئیں جن میں سب سے زیادہ ہنڈا ہے۔ (588106) اور سب سے کم جیو موٹر سائیکل ہے (163) اگر الیگزر نام کی موٹر سائیکل مارکیٹ میں موجود ہوتی اور ان کے پاس مارکیٹ کا 13 فیصد حصہ ہوتا تو اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے ٹوٹل موٹر سائیکل کا 13 فیصد تقریباً ایک لاکھ اکیس ہزار چھ سو چراسی موٹر سائیکل تیار کی ہے۔ حالانکہ اس نام کی موٹر سائیکل مارکیٹ میں وجود نہیں رکھتی۔

4-پورے پاکستان کی موٹر سائیکل کی تنظیم (APMA) ایسوسی ایشن آف پاکستان موٹر سائیکل اسمبلر جو پورے پاکستان کی موٹر سائیکل بنانے والی کمپنیوں کی ایسوسی ایشن ہے اس موٹر سائیکل کے نام سے بھی واقف نہیں اور ان کا کہنا ہے کہ موٹر سائیکل کی مارکیٹ میں اس نام کی کوئی موٹر سائیکل نہیں ہے (اگر الیگزر گروپ والے اپنا مونو تیار کروا کر چند موٹر سائیکلز پر لگا کر اس کو کسی پروگرام کی زینت بنائیں اور چند لوگوں کو ہدیہ میں دے تو الگ بات ہے اس کو موٹر سائیکل کی مارکیٹ نہیں کہتے اور نہ اس پر سوا کھرب روپے خرچہ آتا ہے)۔

5-موٹر سائیکل پلانٹ لگانے والے ماہر تجار کی رائے کے مطابق موٹر سائیکل کا بہترین اور جدید ترین پلانٹ 8 سے 10 کروڑ روپے کی لاگت سے تیار ہوتا ہے جس سے اس کی پروڈکشن شروع ہو

جاتی ہے جبکہ الیگزر گروپ نے اس پلانٹ پر سوا کھرب روپے خرچہ کر ڈالا ہے جو موٹر سائیکل بنانے والی سب سے پرانی کمپنی ہنڈا سے لے کر سب سے چھوٹی کمپنی GEO تک کمپنیز کے مجموعی فائنانشل سائز سے کئی گنا زیادہ انویسٹمنٹ ہے جس سے جہازوں کے کارخانے لگائے جاسکتے ہیں شاید الیگزر گروپ اُڑنے والی موٹر سائیکل کے تجربات کر رہا ہو جو پاکستان میں اپنی نوعیت کی پہلی موٹر سائیکل ہوگی جو اپنی الگ مارکیٹ بنائے گی۔ (واضح رہے کہ الیگزر گروپ کی ویب سائٹ کی رپورٹ کے مطابق ہوائی جہاز کے کاروبار کے لیے انہوں نے صرف 41 ارب روپے مختص کیے ہیں اور موٹر سائیکل کے لیے ایک کھرب اور تیس ارب روپے)۔

6-الیگزر گروپ کی ویب سائٹ کے مطابق موٹر سائیکل پلانٹ کے لیے لاہور کے قریب 45 ایکڑ اراضی پر موٹر سائیکل بنانے کی فیکٹری لگائی گئی ہے جہاں موٹر سائیکل تیار ہوتی ہے کیا الیگزر گروپ کے لوگ مذکورہ فیکٹری اور وہاں تیار ہونے والی موٹر سائیکل اور سوا کھرب روپے کا پلانٹ ماہرین تجار اور علماءِ کرام کو دکھانے کے لیے تیار ہیں اور کیا ماہرین کے سامنے تمام اثاثہ جات کی تفصیل رکھ سکتے ہیں؟

7-ہنڈا کمپنی کے مطابق موٹر سائیکل کے دو پلانٹ اور کار کے ایک پلانٹ کا کاروباری حجم مجموعی طور پر 20 ارب روپے کا ہے جبکہ الیگزر گروپ کے صرف موٹر سائیکل پلانٹ پر ایک کھرب تیس ارب روپے کی انویسٹمنٹ کی گئی ہے جس کا ابھی تک نام بھی مارکیٹ میں نہیں ہے۔

8-الیگزر گروپ کے بقول جنوری 2012ء میں موٹر سائیکل بنانے کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا تھا لیکن اس کمپنی کی رجسٹریشن 6 اگست 2012ء کو ہوئی ہے۔

سوالات:

1-الیگزر موٹر سائیکل کتنی تعداد میں تیار کی گئی؟ اور کس قدر سیل ہوئی؟ اور کتنی سٹاک میں پڑی ہے؟

2-الیگزر موٹر سائیکل پاکستان کے کون سے شہر میں زیادہ بکی ہے؟ اور اس میں کتنی پرافٹ ہوئی ہے؟

3-الیگزر موٹر سائیکل کا پلانٹ کس جگہ پر ہے؟ اس کی مالیت کا حقیقی اندازہ کیا ہے؟

4-الیگزر موٹر سائیکل کے پلانٹ پر ایک ارب تیس کھرب روپے کی انویسٹمنٹ کون کون سے شعبہ میں کی گئی ہے اس کو واضح کیا جائے؟

5- کیا الیگزر موٹر سائیکل کی رجسٹریشن S.E.C.P کے ہاں مضاربہ کمپنی کے طور پر ہے یا نہیں؟ اگر مضاربہ کمپنی کے طور پر ہے تو اس کا ریکارڈ مطلوب ہے اور اگر مضاربہ کمپنی کے طور پر نہیں ہے تو لوگوں سے غیر قانونی طور پر انویسٹمنٹ لینے کا کیا جواز ہے؟

6-الیگزر گروپ کے دعویٰ کے مطابق الیگزر موٹر سائیکل مارکیٹ کا 13 فیصد شیئر ہولڈ کرتی ہے اس کو معتبر ذرائع سے ثابت کیا جائے۔

ہوائی جہاز:

الیگزر گروپ کی ویب سائٹ کے مطابق اس سال 2012ء کے آخر میں 410 ملین ڈالر (تقریباً 41 ارب روپے) کی سرمایہ کاری سے ''الیگزر ائیر انٹرنیشنل'' کے نام سے سفری سہولت فراہم کرنے والی کمپنی بنائی جائے گی...... پھر لکھا ہے: الیگزر ائیر بہت خوشی سے اعلان کرتا ہے کہ اس کے ہوائی جہازوں کے گروپ میں بوئنگ 737 ہوائی جہاز شامل کیا گیا ہے نیز الیگزر ائیر کا ہوائی جہازوں کی تعمیر و مرمت کے لیے باقاعدہ طور پر انجینئرنگ کا شعبہ قائم کیا گیا ہے جو کہ بین الاقوامی ریگولیٹری باڈیز سے منظور شدہ ہے۔

تبصرہ:

1- 2012ء کا اختتام ہو چکا ہے مگر الیگزر انٹرنیشنل ہوائی جہاز کا انتظار ہے۔

2-الیگزر موٹر سائیکل کے لیے ایک کھرب تیس ارب کی سرمایہ کاری کی گئی لیکن ہوائی جہاز کے لیے صرف 41 ارب روپے کی؟

3-الیگزر گروپ میں بوئنگ 737 ہوائی جہاز کون سے ائیر پورٹ سے فلائی کرتا ہے؟ اور اس میں سفر کرنے والے لوگوں سے کتنا فیئر لیا جاتا ہے، یا ابھی اس کو جہاز کے کارخانہ میں تیاری کے مراحل سے گذارا جارہا ہے؟

4-الیگزر ایوی ایشن پرائیویٹ لمیٹڈ S.E.C.P کے ہاں پاکستان میں رجسٹرڈ نہیں ہے اس کو کون سے بین الاقوامی ریگولیٹری باڈیز سے منظور کروایا گیا ہے اور وہ کس ملک میں رجسٹرڈ ہے؟ اور اس کے نفع یا نقصان کی سالانہ حقیقی رپورٹ کو سامنے لایا جائے۔

الیگزر:FMCG

FMCG سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کا استعمال عام طور پر بہت زیادہ ہے یعنی فاسٹ موونگ کنزیومر گڈز، الیگزر گروپ کی ایسی مصنوعات کے کاروبار کی مالیت ان کی ویب سائٹ کے مطابق 100 کروڑ امریکی ڈالر یعنی پچانوے ارب روپیہ ہے اور حصص کی مالیت (400 کروڑ امریکی ڈالر) تین کھرب اسی ارب روپے ہے۔ جس میں (1) منرل واٹر۔ (2) الیگزر جوسز۔ (3) الیگزر انرجی مشروبات۔ (4) الیگزر ٹشو۔ (5) الیگزر چائے۔ (6) پرائم دہی۔ (7) پرائم دودھ۔ (8) پرائم رائتہ۔ (9) روکو آئس کریم شامل ہیں اور کمپنی کا بہت بڑا ڈسٹری بیوشن کا نظام ہے جو کہ کئی سو سے زیادہ دوکانوں جو شہری علاقوں کے ساتھ ساتھ دیہی علاقوں میں بھی ہیں ان میں مصنوعات کی ترسیل کا کام کر رہے ہیں۔

تبصرہ : درج بالا تفصیل کے مطابق تین کھرب اسی ارب روپے مالیت کی ان مصنوعات کا مارکیٹ سے وجود ختم ہے، تاہم اس کا ڈسٹری بیوشن کا بہت بڑا نظام ہے جو شہری اور دیہی علاقوں میں برابر تقسیم ہوتا ہے، لیکن شاید طلب بڑھنے کی وجہ سے جیسے ہی ان مصنوعات کی ترسیل مارکیٹ میں بڑھ جاتی ہے تو ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہیں جس سے ان کا مارکیٹ سے وجود غائب ہے۔

سوال یہی ہے کہ ان چیزوں کی ترسیل اور ان کی ڈسٹری بیوشن کا وسیع نظام ملک کے کون سے علاقے میں ہے؟ اس کا یونٹ دکھائیں اور اس کی پروڈکشن اور منافع کا حقیقی اندازہ بتائیں؟

الیگزر ریٹیلنگ سٹور:

(یعنی ایسے بڑے سٹور جہاں ضرورت کی ہر چیز مل سکتی ہے) الیگزر گروپ کی ویب سائٹ پر لکھا گیا ہے کہ الیگزر گروپ ملائیشیا کی واحد کمپنی ہے جس کے ملائیشیا کے سارے شہروں میں GM 24/7 سپیڈ مارٹ سو (100) بڑے بڑے سٹورز ہیں جن پر پانچ لاکھ سے زیادہ گاہک روزانہ آتے ہیں اور یہ ملائیشیا کی بہترین جگہوں تجارتی عمارتوں، گھروں کے جھرمٹ، پیٹرول پمپ، زیر زمین ریلوے اسٹیشن، بازاروں اور ہسپتالوں میں موجود ہیں۔

تبصرہ:

1- GM 24/7 سپیڈ مارٹ کے نام سے ملائیشیا میں سٹورز نہیں ملتے۔

2-ملائیشیا کی سرکاری ویب سائٹ سے وہاں کی رجسٹرڈ کمپنیز اور سٹورز کے متعلق جب معلومات لی گئیں تو صرف سپیڈ مارٹ کے نام سے ایک ادارہ ملا جو 08-12-2004 کو اوپن ہوا اور بعد میں 11-12-2012 کو بند ہو چکا ہے۔

3-ملائیشیا میں اگر اس نام سے اتنے وسیع پیمانے پر سٹورز کا سلسلہ موجود ہے تو اس کا وزٹ کروایا جائے اور اس کا سرکاری ریکارڈ اور حسابات کی تفصیل ماہرین کے سامنے رکھی جائے۔

الیگزر الیکٹرونکس:

الیگزر گروپ کی ویب سائٹ کے مطابق الیگزر گروپ 2009 میں چین میں الیکٹرونکس کے کاروبار میں داخل ہوا اور اپنی مصنوعات الیگزر انرجی سیور، الیگزر انرجی ٹیوب لائٹ، الیگزر سوئچ بورڈ وغیرہ میں اٹھارہ سو ملین ڈالر تقریباً ایک کھرب چھتر ارب روپے کی سرمایہ کاری کی اور اس وقت الیگزر گروپ کی بیس سے زیادہ مصنوعات جیسے گھروں میں استعمال ہونے والے برقی آلات (فریج، ٹی وی اور اے سی وغیرہ) اور فیکٹریوں میں استعمال ہونے والے برقی آلات مارکیٹ میں موجود ہیں۔

تبصرہ:

1-چائنہ میں اس نام سے کوئی کمپنی وجود نہیں رکھتی اگر اس کا کوئی ریکارڈ موجود ہو تو ماہرین کے سامنے اس کو پیش کیا جائے۔

2-برقی آلات کے سلسلے میں ایک کھرب چھتر ارب روپے کی انویسٹ منٹ جب کہ جہاز کے کارخانہ کے لیے 41 ارب روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اگر الیگزر کی بیس کے قریب الیکٹرونکس کے مصنوعات مارکیٹ میں بک رہی ہیں تو اس گروپ کا بڑا نام ہوتا اور ان کی اشیاء روزمرہ کے استعمال میں دیکھنے میں آتیں البتہ استعمال کی چیزوں سے نام کے تعارف کی بجائے مختلف روڈز اور موٹروے پر تشہیری مہم کے سلسلے میں سائن بورڈ آویزاں کرنے سے سستی شہرت حاصل کرنے کی لاحاصل کوشش ضرور کی گئی ہے۔

الیگزر ہاؤسنگ پرائیویٹ لمیٹڈ:

الیگزر گروپ نے نئی ہاؤسنگ کالونی ''سکون سٹی'' کے نام سے متعارف کروائی ہے، جو کہ پاکستان کے مختلف شہروں میں ہے اور الیگزر گروپ نے 2500 ایکڑ اراضی لاہور، اسلام آباد اور راولپنڈی

میں خرید لی ہے۔

تبصرہ:

1-یہ بتایا جائے کہ سکون سٹی کون سے شہروں اور علاقوں میں واقع ہے۔

2-ماہرین کے سامنے اس کی جگہ کے سرکاری Document پیش کیے جائیں۔

3-مندرجہ بالا سٹی کے متعلق ڈویلپمنٹ اتھارٹی سے متعلقہ تمام کاغذات اور ملکیت کو ظاہر کرنے والے Document پیش کیے جائیں۔

الیگزر زرعی کاروبار:

الیگزر گروپ نے 2010ء میں ایتھوپیا میں ایک لاکھ ہیکٹر یعنی دو لاکھ سنتالیس ہزار ایک سو ایکٹر زمین خریدی ہے اور بڑی کامیابی سے مختلف فصلوں کی کاشت اور پیداوار حاصل کی جا رہی ہے، جیسے مکئی، چاول، کپاس، گنا وغیرہ نیز جیننگ وسپننگ کی فیکٹری خریدی ہے جو فیکٹری 2013ء میں کام شروع کر دے گی۔

تبصرہ:

1-ایتھوپیا کی سرکاری ویب سائٹ پر اس نام کی کوئی کمپنی وجود نہیں رکھتی۔

2-ماہرین کو متعلقہ جگہ دکھا کر اپنی ملکیت کے ضروری کاغذات پیش کر کے اپنے کام کی تصدیق کروائیں۔

3-اتنے وسیع پیمانے پر جگہ ایتھوپیا میں خریدنے کی کیا ضرورت پیش آئی، کیا پاکستان میں جو کہ زرعی ملک ہے اس قدر بڑی اور وسیع جگہ کی خریداری مشکل تھی۔

الیگزر بیوریجز پرائیویٹ لمیٹڈ:

پانی اور جوسز تیار کرنے والی فیکٹری یعنی الیگزر منرل واٹر جو کہ پینے کا پانی تیار کرتے ہیں ان کے بقول 2009ء میں پینے کے پانی کی فیکٹری سے کاروبار کی ابتدا کی گئی۔

تبصرہ:

1-الیگزر مشروبات اور منرل واٹر اگر مارکیٹ میں ہوں تو لوگ اس کے نام سے متعارف ہوتے۔

2-مندرجہ بالا کمپنی کی SECP کے ہاں رجسٹریشن 6 جولائی 2012ء کی ہے جبکہ یہ فیکٹری 2009ء سے اپنی پروڈکشن مارکیٹ میں رکھتی ہے۔

3-مندرجہ بالا کمپنی کی ٹیکس ادائیگی کی معلومات اور FBR میں اس کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی مضاربہ کمپنی کے طور پر رجسٹرڈ ہے جس کو لوگوں سے رقم لینے کی اجازت ہو۔

4-الیگزر گروپ اور ان کے مانند مضاربہ کے نام پر کام کرنے والی کمپنیوں کا حال تقریباً ایک جیسا ہی ہے جس کے متعلق مشترکہ طور پر مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

1-کاروباری ابہام:

ان کمپنیز کے بارے میں حضرات مفتیانِ کرام کے اصرار اور مختلف دارالافتاؤں کی ہدایت کے باوجود تا حال ایسی کوئی رپورٹ سامنے نہیں آئی جس میں ان کے کاروبار کی مکمل تفصیل دی گئی ہو اور ان کے سرمایہ و اثاثہ جات اور ماہانہ منافع کی تقسیم کا کوئی جامع شرعی طریقہ ذکر کیا گیا ہو اور اس کے مطابق ان کا کاروبار خارج میں وجود رکھتا ہو۔

2-الیگزر گروپ آف کمپنیز کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں:

الیگزر گروپ کی تمام کمپنیوں کے نام FBR گورنمنٹ کی ٹیکس ویب سائٹ سے چیک کیے گئے تو معلوم ہوا کہ حکومت پاکستان کے ہاں ان کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے اور جتنے ممالک میں ان لوگوں نے اپنا کام ظاہر کیا ہے ان ممالک کی سرکاری ویب سائٹس پر ایسی کمپنیز کا کوئی ریکارڈ نہیں ملا ہے۔

3- جامعہ دارالعلوم کراچی کی رائے:

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے جاری ہونے والے ایک فتویٰ میں تحریر ہے کہ سرمایہ لگانے والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ سرمایہ لگانے سے پہلے اس بات کا اطمینان حاصل کرلیں کہ مذکورہ کمپنی واقعتاً اوپر ذکر کردہ شرائط کے مطابق کسی جائز کاروبار میں رقوم لگا رہی ہے یا نہیں اور اس کے روزمرہ کے معاملات بھی شریعت کے مطابق بھی ہو رہے ہیں یا نہیں۔ آخر میں لکھا ہے کیونکہ اس سے پہلے اس طرح کے واقعات ہو چکے ہیں کہ بظاہر جائز معاہدوں کی بنا پر اور بڑے حلال نفع کا لالچ دے کر لوگوں سے رقوم لی گئیں لیکن بعد میں خرد برد کرکے عوام کو ان کے سرمایہ سے محروم کردیا گیا۔ (17 دسمبر 2012ء)

اور ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کیپبل ایشیا کمپنی کے ذمہ داران دارالعلوم آئے تھے تاہم چونکہ ہم نے ان کا کاروبار دیکھا نہیں تھا اور نہ ہی کاروبار کی موجودگی کا قابل اطمینان ثبوت ہمیں فراہم کیا گیا اس لیے ہمیں اطمینان نہیں ہوا۔ (16 مئی 2012ء)

4-حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی وضاحت:

مضابت کے نام پر شروع کرنے والی بعض نجی کمپنیاں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی طرف جواز کی نسبت کرتی ہیں اس کے بارے میں جب حضرت سے دریافت کیا گیا تو حضرت نے اس کی سختی سے تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بعض کمپنیاں ملک کے مختلف حصوں مین مضاربت کی بنیاد پر لوگوں سے رقمیں لے کر اور انہیں کاروبار میں لگا کر نفع تقسیم کرنے کا دعویٰ کر رہی ہیں اور لوگوں کو یہ بتا رہی ہیں کہ یہ کاروبار میرے مشورے سے ہو رہا ہے، یا میں نے اس کے شرعی کاروبار ہونے کا فتویٰ دیا ہے اس لیے میں یہ وضاحت کرتا ہوں کہ ان میں سے کسی بھی کمپنی یا اس کے چلانے والوں کو نہ میں جانتا ہوں نہ ان کے طریق کار سے واقف ہوں اور نہ ہی میں نے ان کے شریعت کے مطابق ہونے کا کوئی فتویٰ دیا ہے لہٰذا اس سلسلہ میں میرا نام جس کسی نے لیا ہے وہ غلط ہے میرا ان کمپنیوں کے کاروبار سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(روزنامہ اسلام 20 نومبر 2012ء)

5- دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی کا مؤقف:

کیپ ایبل ایشیا کمپنی والوں نے ایک مضاربت نامہ استفتاء کے ساتھ لگا کر جامعۃ الرشید کراچی سے اس کے جواز کا فتویٰ طلب کیا۔ جامعۃ الرشید کے مفتیانِ کرام نے اس مضاربت نامہ کی تصدیق کی تو یہ اس مضاربت نامہ کو دکھا کر لوگوں کو بتانے لگے کہ ہمارا کاروبار بالکل جائز ہے اس بارے میں جامعۃ الرشید کے مفتیانِ کرام نے وضاحت فرمائی:

محض مضاربت نامہ یا شراکت نامہ کے صحیح ہونے سے کسی متعین کمپنی یا اس کے کسی مخصوص کاروبار کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ یہ اطمینان نہ ہو کہ کمپنی عوام سے جو رقوم لے رہی ہیں وہ کسی جائز کاروبار میں لگا رہی ہے۔ روزمرہ کے معاملات شریعت کے مطابق انجام دیتی ہے اور نفع کی تقسیم کا

طریق کار بھی شریعت کے مطابق ہے۔ یہ سب باتیں معلوم کرنے کے لیے کمپنی کا مکمل شرعی جائزہ لیا جانا ضروری ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق ابھی تک مستند مفتیانِ کرام میں سے کسی نے اس کمپنی کے کاروبار کا مشاہدہ کر کے اور اس کا جائزہ لے کر اس پر اطمینان کا اظہار نہیں کیا۔ کمپنی کے لوگوں نے ہم سے درخواست کی تھی مگر پھر وہ درخواست واپس لے لی...... نیز وہ کسی بھی مستند دارالافتاء کے مفتیانِ کرام سے اپنے کاروبار کا مکمل شرعی آڈٹ کروائیں تاکہ کاروبار میں اگر کوئی خامی ہے تو اس کی اصلاح ہو سکے اور کمپنی والوں اور اب تک اس کاروبار سے منافع حاصل کرنے والوں کو ان منافع کا شرعی حکم معلوم ہو سکے۔ یہ ان کی شرعی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔ دارالعلوم کراچی کے دارالافتا سے بھی مندرجہ بالا تحریر کے مطابق فتاویٰ جاری ہوئے ہیں اور اب تک ان حضرات کی رائے بھی یہی ہے۔

(دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی 20 ربیع الاول 1432ھ)

6- صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی رائے:

صدرِ وفاق المدارس شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی کی رائے گرامی درجِ ذیل ہے:

میری معلومات کے مطابق ان کے پاس کسی بھی مستند دارالافتاء کی طرف سے جواز کا فتویٰ نہیں، ہاں بعض مستند دارالافتاؤں سے اس کمپنی کے خلاف ایسی تحریرات اور فتاویٰ جات شائع ہوئے ہیں جن میں انہوں نے صراحۃً لکھا ہے کہ جب تک اس کمپنی کا شرعی جائزہ نہ لیا جائے اور اس چیز کا اطمینان نہ کر لیا جائے کہ یہ لوگ جس کاروبار کے لیے عوام سے رقوم لے رہے ہیں وہ کاروبار جائز بھی ہے اور رقوم اس کاروبار میں لگ بھی رہی ہیں اور روزمرہ کے معاملات میں شریعت کے مطابق ہیں اور تقسیم منافع بھی اصول کے مطابق طے شدہ نسبت سے ہے اس وقت تک کمپنی میں رقم لگانے کو جائز نہیں کہا جا سکتا ......آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

کمپنی میں لگے ہوئے علماء اور تبلیغی حضرات کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ پاکستان کے مشہور و معروف مدارس اور مفتیانِ کرام سے جب تک جواز کا فتویٰ نہ لے لیا جائے اس وقت تک اس کام کو بند رکھا جائے اور لوگوں سے رقوم لینے کا سلسلہ موقوف کر دیا جائے۔ (25 دسمبر 2012ء)

حضرت صدرِ وفاق مدظلہ کی رائے گرامی اس مکتوب سے ماخوذ ہے جو حضرت نے تبلیغی مرکز رائیونڈ کے ذمہ دار حضرات کے نام تحریر فرمایا اور اس میں پر زور انداز سے اس فتنہ کے سد باب کی ہدایت فرمائی، اس مکتوبِ گرامی کے متعلق جب کچھ لوگوں نے یہ شبہ ظاہر کیا کہ یہ حضرت والا کی طرف منسوب ہے ان کا اپنا مکتوب نہیں ہے تو اس کی وضاحت کے سلسلہ میں حضرت صدرِ وفاق نے اپنے لیٹر پیڈ پر اپنے ہاتھ سے دستخط کر کے مندرجہ ذیل تحریر (11 دسمبر 2012ء) بنام حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی صاحب و جملہ علماءِ کرام بھیجی ہے۔

''گذشتہ کئی سالوں سے کچھ بظاہر علماء سے محبت کے دعویدار چالاک قسم کے لوگوں نے تاجروں کے بھیس میں بہت سی تجارتی کمپنیاں بنائی ہیں اور علماء کو اپنی خیر خواہی کا جھانسہ دے کر لوگوں سے رقوم وصول کر کے ان بہروپیوں کے حوالے کرنے کے لیے کمیشن ایجنٹ بنا رکھا ہے کئی سالوں کی شب و روز محنت اور تحقیق کے نتیجہ میں ہم پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ درحقیقت یہ کوئی کاروبار اور مضاربت نہیں بلکہ دجل و فریب سے بھرپور حرام پر مشتمل کاروبار ہے''۔

اس مکتوب کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں...... آپ کے احباب اور دیگر تمام دردمند علماء کرام کو یہ درد بھری نصیحت بلکہ وصیت ہے کہ خدارا اس فتنہ سے امت مرحومہ کی حفاظت کے لیے تمام صلاحیتیں صرف فرمائیں اور ان علماء کا دست و بازو بنیں جو اس سلسلہ میں محنت کر رہے ہیں۔

اور مولانا فیض اللہ صاحب چکوال کے خط کے جواب میں (23 نومبر 2012ء) کو تحریر فرماتے ہیں:

یہ کاروبار مضاربت نہیں دجل و فریب سے بھرپور حرام کاروبار ہے باقی کسی مفتی یا تبلیغی کی شراکت سے حرام حلال نہیں ہو جاتا۔ پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد ہے: فتنة امتی فی المال، اسی ارشاد کا ظہور ہے یہ ظہور پہلے سے ہوتا رہا ہے، آج بھی ہو رہا ہے، رائیونڈ والوں کو خط فقیر ہی نے لکھا تھا اور وہاں کے بعض مقیم حضرات سے زبانی بھی عرض کیا تھا معلوم نہیں انہوں نے کیا عمل۔ کیا؟ بعض ثقہ حضرات سے سنا ہے وہاں مقیم بعض لوگ بھی اسی حرام فریب کاری میں مبتلا ہیں۔ اللہ پاک سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

7- ایس ای سی پی کی رپورٹ:

سکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان (ایس ای سی پی) کے نوٹس میں یہ بات آئی ہے کہ کچھ کمپنیاں خود کو ملائیشیا میں رجسٹرڈ ظاہر کر رہی ہیں اور مضاربت نامہ نام کے معاہدہ کے ذریعے لوگوں سے رقم اکٹھی کر رہی ہیں۔ یہ کمپنیاں معصوم لوگوں کو مارکیٹ سے زیادہ منافع دینے کا کہہ کر غیر قانونی طور پر رقوم وصول کر رہی ہیں۔ ان کمپنیوں میں Capable Asia, Capable Industry, Capable Asia SDN BD and Capable Asia SDN BHD شامل ہیں۔ ایس ای سی پی واضح کرتی ہے کہ ایسی کمپنیاں مقامی یا غیر ملکی کمپنی کے طور پر رجسٹرڈ نہیں ہیں اور نہ ہی ایس ای سی پی نے ان کمپنیوں کو ملک میں کاروبار چلانے کے لیے یا عوام الناس سے رقوم وصول کرنے کے لیے کوئی لائسنس جاری کیا ہے...... ایسی غیر رجسٹرڈ، غیر لائسنس یافتہ کمپنیوں کے ساتھ مالی لین دین سے باز رہیں۔ کوئی بھی فرد ان غیر قانونی کمپنیوں کے ساتھ مالی لین دین کا خود ذمہ ہوگا۔ (7 جولائی 2011ء)

8- قومی احتساب بیورو (NAB) کی رپورٹ:

قومی احتساب بیورو کی جانب سے روزنامہ جنگ میں 09-12-2012 کو چھپنے والی رپورٹ جس میں تحریر ہے کہ NAB کے نوٹس میں یہ اطلاعات آرہی ہیں مذہب کا لبادہ اوڑھ کر بعض افراد مضاربہ اور مشارکہ کی بنیاد پر 60 - 40 فیصد سالانہ منافع کی پیشکش دے کر رقوم اینٹھ رہے ہیں۔ دنیا کا بہترین جائز کاروبار تقریباً 25-20 فیصد منافع دیتے ہیں۔ آخر میں لکھا ہے کہ دینے والوں کی رقم کے 100 فیصد ضائع ہونے کا امکان ہے۔

التماس: تمام لوگوں سے التماس ہے کہ وہ مندرجہ ذیل کمپنیز (کیپبل ایشاء الیگزر گروپ آف کمپنیز، آصف جاوید ٹریڈنگ کمپنی، پاک ویز، الغفار ایسوسی ایشن، گرین سوئیز کارپوریشن، حبیب کارپوریشن، میزبان ٹریڈنگ کمپنی، المسلم ٹریڈنگ کمپنی، شفیق کیبل مرچنٹ، ایم ایم قریشی پرائیویٹ لمیٹڈ، مسیحا انٹرپرائزز، شفیق انٹرپرائزز، البرکہ مضاربہ کمپنی، الحاشر مضاربہ کمپنی) کے کاروبار میں انویسٹ کرنے سے اجتناب کریں اور جن لوگوں نے اپنی رقم لگا رکھی ہے وہ کی گئی انویسٹ منٹ کی حد تک اپنی رقم واپس لے لیں اور جب تک کسی معتبر دارالافتاء یا مستند علماءِ کرام سے یہ لوگ اپنے کاروبار کا مکمل شریعہ آڈٹ نہیں کروا لیتے اس وقت تک ان سے معاملہ کرنے سے احتیاط کریں۔ (ماہنامہ الحسن، فروری ۲۰۱۳ء)

﴿پونزی اسکیم کی طرز پر چلنے والی کمپنیاں﴾

درج ذیل کمپنیاں بھی اب تک ہماری معلومات کے مطابق پونزی اسکیم کا حصہ ہیں اور ان میں بھی شرکت ناجائز اور منافع حرام ہیں۔

(۱) ایم ایم قریشی
(۲) الیگز گروپ آف کمپنیز
(۳) ڈبل شاہ
(۴) شفیق کیبل مرچنٹ
(۵) آصف جاوید ٹریڈنگ کمپنی
(۶) شفیق انٹر پرائز
(۷) پاک ویز
(۸) الحاشر مضاربہ کمپنی
(۹) الغفار ایسوسی ایشن
(۱۰) البرکۃ مضاربہ کمپنی
(۱۱) حبیب کارپوریشن
(۱۲) ایف جی انڈسٹریز
(۱۳) میزبان ٹریڈنگ کمپنی
(۱۴) اسپیڈکس
(۱۵) المسلم ٹریڈنگ کمپنی
(۱۶) گلوبل
(۱۷) مسیحا انٹر پرائز
(۱۸) پاک ٹی
(۱۹) کیبل ورکس
(۲۰) سینٹری گوجرانوالہ
(۲۱) الحسین آٹوز
(۲۲) ماربل ایکسپورٹ
(۲۳) جوسز لمیٹڈ
(۲۴) گرین سوئز کارپوریشن
(۲۵) ایل ایم سی ٹریڈرز پرائیویٹ لمیٹڈ